ٹیلی ویژن
اسلامی نقطۂ نظر سے
المؤلف
حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم
بانی و مہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور
besturdubooks.net
مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

ٹیلی ویژن

اسلامی نقطۂ نظر سے

تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

ومدیر انگریزی ماہنامہ ''اسلامک ویژن'' بنگلور

الناشر

مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

نام کتاب : ٹیلی ویژن اسلامی نقطہ نظر سے

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم ، بنگلور

خلیفہ حضرت اقدس شاہ مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر علوم وقف سہارنپور

صفحات : ۲۰۷

تاریخ طباعت : صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء

ناشر : مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

موبائل نمبر : 9634307336 \ 9036701512

ای۔میل : maktabahmaseehulummat@gmail.com

ٹیلی ویژن

اسلامی نقطۂ نظر سے

ٹیلی ویژن کی شرعی حیثیت وحکم پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب، جس میں عقلی وشرعی دلائل اور علمائے اسلام وعقلائے زمانہ و ماہرینِ سائنس وسماجیات کی مستند تحریروں سے ٹیلی ویژن کا حکم بیان کیا گیا ہے اور متعلقہ تمام مباحث پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔

اجمالی فہرست

بابِ اول

ٹی-وی اور تصاویر

بابِ دوم

ٹی-وی کے مختلف پروگراموں کی شرعی حیثیت

بابِ سوم

ٹی-وی کے مہلک اثرات

باب چھارم

ٹی-وی کے بارے میں فقہی احکام

فہرست مضامین

التقریظ

حضرت مرشدی، عارف باللہ مسیح الامت
مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ
(خلیفۂ اجل حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ)

رسالہ ''ٹیلی ویژن'' کہیں کہیں سے دیکھا اور غور سے دیکھا ''بہت خوب ہے'' ضرورت تھی ابلاغاً، اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ کام لے لیا، توفیق پر شکر'' **وما علینا إلا البلاغ**''، اللہ تعالیٰ نافع فرمائیں، برکات سے نوازیں۔

(حضرت مولانا) مسیح اللہ (صاحب رحمۃ اللہ)

التقریظ

حضرت اقدس مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمۃ اللہ

(سابق مفتی واستاذ جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد)

آں عزیز کے دو محبت نامے اور دو ہدیے موصول ہوئے، باعثِ سرور وفرحت ہوئے، ماشاء اللہ تعالیٰ ''رسالہ ٹیلی ویژن'' بھی مقبول ہوکر اہلِ اسلام کے لیے مشعلِ راہ ہوگیا، حق تعالیٰ اس کا نفع عام وتام فرمائیں اور مقبول فرماکر اجرِ موفور عطا فرمائیں اور ذخیرۂ آخرت بنائیں اور مزید جذبات خدمتِ اسلام واہلِ اسلام کی توفیقات سے نوازیں۔ آمین ثم آمین۔

فقط

(حضرت مولانا) نصیر احمد (صاحب رحمۃ اللہ)

التقریظ

حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمۃ اللہ

(سابق شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم، جلال آباد)

جناب کا ارسال کردہ رسالہ ''ٹیلی ویژن'' موصول ہوا، احقر نے اس کا مطالعہ کیا، اللّٰھم زِدْ فَزِدْ، ماشاء اللہ بہت اچھے پیرائے میں مسئلہ سمجھایا ہے، عوام الناس کی غلط فہمی بہت خوش اسلوبی کے ساتھ دور کی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو اس رسالے سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشیں۔ آمین

اور آپ کو زیادہ سے زیادہ دین کی اس طرح کی خدمت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائیں، نیز علمی وعملی ترقیات سے نوازیں اور دینی کام میں آپ کی اعانت اللہ کی طرف سے زیادہ سے زیادہ ہوتی رہے، آمین ثم آمین۔

فقط

(حضرت مولانا) محمد یاسین (صاحب رحمۃ اللہ)

التقریظ

حضرت استاذی مولانا عقیل الرحمن صاحب دامت برکاتہم
(شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد)

رسالہ ''ٹیلی ویژن'' موصول ہوا، مطالعہ کیا، رسالہ اپنے مفاد کے اعتبار سے کامیاب ہے، جو کچھ لکھا ہے فقہی روایات سے اور اصلاحی رنگ میں درست ہے، فجزاکم اللہ تعالی خیر الجزاء۔ حق تعالی مقبول و نافع بنائے۔ اگر یہ بھی کسی ذریعے سے تحقیق ہوجائے کہ ٹیلی ویژن میں بالفعل مثل آئینے کے عکس ہوتا ہے یا تصویر ہوتی ہے، تو رسالے کی معنویت کے ساتھ بہت سی باتوں کا جواب بھی ہوسکتا ہے، حق تعالی اس سے مخلوق کو فیض پہنچائے۔

فقط

(حضرت مولانا) عقیل الرحمن (صاحب زید مجدہٗ)

التقریظ

حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمۃ اللہ

(سابق صدر الاساتذۃ مدرسہ امداد الاسلام، ہرسولی، وخلیفہ فقیہ الاسلام رحمۃ اللہ)

آپ کا رسالہ ''ٹیلی ویژن ایک خطرہ'' بہت پسند کیا جارہا ہے، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کا تقاضہ آچکا ہے؛ اس لیے ایک ہزار چھپوانے کا ارادہ کرلیا ہے، مولانا موصوف تو فوٹو کاپی کرا کر دے رہے ہیں۔ (ایک اور خط میں فرمایا کہ) رسالے کے ابتدائیہ میں جو حضرت والا (مسیح الامت) رحمۃ اللہ کی پسندیدگی کے جملے نقل فرمادیے ہیں، بہت خوب کیا، اب مزید کسی تائید وتصویب کی ضرورت ہی نہیں، پھر آپ نے تو مدلل کلام کیا ہے، جس میں کسی کو کلام کی گنجائش نہیں، میرے نزدیک آپ نے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سب اہلِ علم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں۔

فقط

(حضرت مولانا) مہربان علی (صاحب رحمۃ اللہ)

دیباچہ طبعِ دوم

زیر نظر رسالے کی اولین ترتیب کے موقعے پر اس بات کی توقع تو کجا، وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ اس قدر مقبولیت حاصل کرے گا، جس کا مظاہرہ عوام وخواص اور علما و دانشور حضرات کی طرف سے اشاعت کے بعد ہوا، اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

۱۴۰۷ھ میں اس کی اولین ترتیب محض ایک اخباری مضمون کی شکل میں ہوئی اور ہفتہ وار اخبار ''عروجِ ہند'' بنگلور میں بالاقساط شائع ہوا، پھر انہی دنوں بعض اہلِ علم احباب کے کہنے پر اس کو بتیس (۳۲) صفحات کے مختصر حجم کے ساتھ رسالے کی شکل میں شائع کیا گیا اور صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں یہ ایڈیشن ختم ہوگیا اور اسی کے ساتھ متعدد لوگوں کی طرف سے اس کا مطالبہ بھی شروع ہوگیا اور اب تک جاری ہے۔

مگر مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مضمون تشنۂ تکمیل ہے اور مزید مواد کو اس میں شامل کر کے اس کی تکمیل ضروری ہے، مگر اس کام کے لیے فرصت درکار تھی، جو متعدد بار کوشش کے باوجود میسر نہ آتی تھی اور فرصت کے قلیل لمحات کبھی میسر بھی آئے، تو کام پورا نہ ہوسکا؛ الغرض! کچھ کام ہوا اور کچھ التوا میں پڑا رہا، تا آں کہ حضرت استاذی مولانا مہربان علی صاحب رحمۃ اللہ کا اگست ۱۹۹۱ء میں بنگلور کا سفر ہوا اور آپ نے اس رسالے کی طباعت کے بارے میں پوچھا اور اس پر زور دیا اور واپسی کے بعد اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''آپ کا رسالہ ''ٹیلی ویژن'' ہم نے اپنے نصابِ تبلیغ میں داخل کرلیا ہے چھپتے ہی ایک سو عدد ہمارے لیے الگ رکھ لیے جائیں''۔

اس پر طباعت کا خیال شدت سے دامن گیر ہوا؛ چناں چہ چند دنوں میں اس پر نظرِ ثانی اور اضافہ و تکمیل کا کام مکمل ہوگیا اور اب یہ رسالہ اپنی ہیئت وشکل اور مواد و ترتیب کے لحاظ سے اس درجہ مختلف ہوگیا ہے کہ اس کو مستقل جدید رسالہ کہا جاسکتا ہے، البتہ پہلے والا مواد اپنی جگہ برقرار رکھا گیا ہے۔

فقط والسلام

محمد شعیب اللہ خان

(مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

۲۲/۳/۱۴۱۲ھ یکم/۱۰/۱۹۹۱ء

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ
کا ایک ارشاد گرامی

ایک مرتبہ مرشدی حضرت مسیح الامت
مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے
مجلس میں ارشاد فرمایا کہ: ''**ٹیلی ویژن در اصل
مسلمانوں کے خلاف ایک سازش ہے،
ان کے ایمان و عقیدے کو برباد کرنے کی**''
حضرت والا رحمہ اللہ نے اس کو کئی دفعہ دہرایا
اور پوری قوت و تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

ناقل: محمد شعیب اللہ، یکے از خدام حضرت

دیباچہ طبعِ سوم

حامداً و مصلیاً

یہ اس رسالے کی تیسری اشاعت ہے، دوسری اشاعت میں طباعت کی بے شمار اغلاط رہ گئی تھیں، جس کی وجہ سے اس سے استفادہ کرنے والوں کو بڑی زحمت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس اشاعت میں ان کی تصحیح کا حتی المقدور اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز بعض جزوی ترمیمات اور مفید اضافوں کے ساتھ ایک مستقل باب ''ٹی - وی کے فقہی احکام'' پر بڑھایا گیا ہے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

۲۵/جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ ۱۴/جولائی ۲۰۰۴ء

دیباچہ طبع چہارم

ابھی قریب میں اس رسالے کی تیسری اشاعت ''جمعیتِ علمائے کرناٹک'' کی جانب سے بہ موقعہ ''آٹھواں فقہی اجتماع'' بہ مقام بنگلور، عمل میں آئی اور اس کے فوری بعد بے شمار علما وعوام کی جانب سے اس کی عام اشاعت کا مطالبہ کیا گیا، میں نے اس میں بعض اور چیزوں کا اضافہ اور بعض جگہ اصلاحات کی ضرورت معلوم ہوئی، تو اصلاحات کیں اور اب یہ چوتھی اشاعت کے لیے حوالے کیا جارہا ہے ۔ وللہ الحمد!

محمد شعیب اللہ خان

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ الہٖ وأصحابہٖ أجمعین. أما بعد:

ٹیلی ویژن جائز ہے یا ناجائز؟

ایک ایسا سوال ہے، جس کے جواب میں قدیم علوم کے ماہرین اور جدید علوم کے حاملین کے خیالات مختلف ہیں، قدیم علوم (قرآن، حدیث وفقہ) کے ماہر علما اس سے پیدا ہونے والی برائیوں اور گمراہیوں کے پیشِ نظر اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں؛ جب کہ موجودہ دور کے روشن خیال مفکرین اور آزاد خیال مغرب پرست حضرات، ان تمام برائیوں اور گمراہیوں سے صرفِ نظر فرما کر، اس کے بعض پروگراموں کے پیشِ نظر (جو بڑی تاویلات سے حدودِ جواز میں داخل کیے جاتے ہیں) اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

ان مغرب زدہ لوگوں کے نزدیک وہ برائیاں اور گمراہیاں، جن کے پیشِ نظر علما نے ان کو ناجائز قرار دیا ہے، برائیاں وگمراہیاں نہیں ہیں؛ بل کہ موجودہ دور کے تقاضے ہیں اور علما، جو ان کو گمراہی و برائی قرار دیتے ہیں، وہ دقیانوسی، جاہل اور زمانے کے تقاضوں سے ناواقف ہیں۔ اور رہا قرآن وحدیث کا معاملہ، تو وہ ان میں سے بعض کے نزدیک پرانے زمانے کے لیے ہے، نہ کہ اس ترقی یافتہ دور کے لیے

اور بعض کے نزدیک اس کی وہی تعبیر معتبر اور قابلِ تسلیم ہے، جو مغرب کے نظریات سے ہم آہنگ ہو، نہ کہ وہ جو علما پیش کرتے ہیں۔

لہٰذا ان کے نزدیک عورتوں کا بے پردہ ہونا، عریانی و بے حیائی میں ملوث ہونا اور آزادانہ غیر مردوں سے اختلاط، قطعاً قابلِ گرفت نہیں ہے؛ بل کہ زمانۂ حال کا عین مقتضیٰ ہے، تہذیبِ جدید کا لازمہ بل کہ بعض مغرب زدہ دماغوں کے نزدیک یہی تقاضائے اسلام ہے؛ کیوں کہ مغرب نے یہی کیا اور سکھایا ہے۔

اب اگر ٹیلی ویژن سے عریانی و بے حیائی پھیلتی ہو، تو کیا؟ اور عورتوں میں آزادانہ اختلاط کی مجرمانہ روش پیدا ہوتی ہو، تو کیا؟ سب کچھ گوارا اور یہی عین تمنا ہے، یہی دلی خواہش ہے، انھی آرزوؤں میں زندگی گذر رہی ہے، بھلا علما کو عقل کہاں کہ ان کی بات مانی جائے، جب کہ ان کو "فرائڈ" اور "کارل مارکس" (مغربی مصنفین کے نام) کا فلسفہ معلوم نہیں، بھلا ان کے فہم وادراک میں وہ بصیرت، عقل ودانش میں وہ گیرائی و گہرائی، ذہن وخیال میں وہ بلندی ورسائی کہاں، جو ان روشن خیالوں اور روشن ضمیروں کو حاصل ہے!!!

یہ ہے ان مغرب زدہ مفکرین وروشن ضمیر مبصرین کا حال وخیال، مگر جو لوگ خدا داد عقل وفہم کے مالک ہیں، حضراتِ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ پر چلنے والے ہیں اور قرآن وحدیث کے علم پر بصیرت ومہارت رکھتے ہیں، وہ ان مغرب زدہ لوگوں کو مریض خیال کرتے ہیں اور یہی خیال کرتے ہیں کہ جیسے مریض کڑوی دوا لینے سے بھاگتا ہے، اسی طرح یہ لوگ بھی قرآن وحدیث سے بھاگتے ہیں؛ اس لیے کسی نہ کسی طرح ان کو دوا دی جائے، جب مرض میں کمی ہوگی یا افاقہ ہوگا، تو پھر وہ حقائق کو سمجھنے لگیں گے۔

اسی خیال سے ٹیلی ویژن کے بارے میں تفصیل وتوضیح کے ساتھ عقلی ونقلی دلائل سے چند سطور تحریر کی جارہی ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ حق کے واضح کرنے میں معین ہواور لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اور میرے لیے آخرت کا ذخیرہ بنے۔ آمین۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَہ

ٹی-وی چوں کہ ایک نو ایجاد آلہ ہے، جس کا زمانہ رسالت وصحابہ وتابعین میں وجود نہ تھا؛ اس لیے اس کی حلت وحرمت کا حکم قرآن وحدیث، آثارِ صحابہ واقوالِ فقہا وائمہ میں صراحت کے ساتھ نہیں مل سکتا، جیسا کہ یہ بالکل ظاہر ہے؛ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام میں ہر چیز کا حکم موجود ہے، کوئی شے ایسی نہیں، نہ پرانی، نہ نئی، جس کا کوئی نہ کوئی حکم اسلامی تعلیمات میں موجود نہ ہو؛ اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ٹی-وی کا کوئی حکم اسلامی تعلیمات میں پایا جائے۔

بعض لوگ لاعلمی یا کم علمی کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتے اور شیطانی وساوس ونفسانی مخاوف کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ خیال جما لیتے ہیں کہ جس چیز کا صاف وصریح حکم قرآن وحدیث وتعلیمات اسلام میں نہ پایا جائے، جیسے نو ایجاد اشیا وآلات کی حالت ہے، اس کے بارے میں ہم بالکل آزاد ہیں اور یہ نئے آلات وحالات خواہ کسی قسم کے ہوں، حلت وجواز ہی کے دائرے میں داخل ہوتے ہیں۔

یہ طرزِ استدلال بہ ظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، جیسے فقہائے کرام نے بعض چیزوں کی حلت پر قرآن وحدیث کے سکوت سے استدلال کیا ہے، مگر بہ نظرِ غائر دیکھیے، تو معلوم ہوگا کہ اس استدلال کو فقہا کے استدلال سے کوئی نسبت وتعلق نہیں، کیوں کہ فقہا تو سکوت عن البیان کو بھی شرعی دلائل میں قرار دے کر استدلال کرتے ہیں، جب کہ یہ لوگ اسلام سے ان چیزوں کو غیر متعلق اور اپنے کو آزاد قرار دے

کر، درپردہ اسلام کو ناقص ونامکمل قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں اس کا کوئی حکم موجود نہیں ہے اوران دونوں باتوں میں کس قدر فرق ہے؟ یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے؛ کیوں کہ فقہا کا یہ کہنا کہ اسلام میں سکوت عن البیان جواز کا حکم رکھتا ہے اوران لوگوں کا یہ کہنا کہ اسلام میں اس کا کوئی حکم ہی سرے سے موجود نہیں ہے، دو متقابل باتیں ہیں، ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق اور مس نہیں، اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔!!

ہم اس موقعے پر ایسے حضرات کی خاطر یہاں چند بنیادی باتیں پیش کرتے ہیں، جن سے ''ٹی-وی'' کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے علاوہ، دوسرے مواقع پر بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

اسلام ایک مکمل دین

قرآن وحدیث سے واقفیت رکھنے والا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس بات کو جانتا ہے کہ اسلام ایک مکمل دستور العمل ہے زندگی کا، زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، پھر اجتماعی زندگی، خواہ عائلی ہو یا قبائلی یا شہری، پھران زندگیوں کا کوئی پہلو اورشعبہ ہو، اسلام ہر موقعے پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور وہ کائنات کی دائمی ضرورتوں کو حاوی اور تدبیرِ منزل سے لے کر سیاستِ مدن تک، ہر نظام کے اصول کا بہترین اور مرتب ہدایت نامہ ہے، اسلام کی اس کاملیت وجامعیت کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات میں ملتا ہے۔

ایک جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ ﴿المائدۃ :۳﴾

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے، تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔

اس آیت کی تفسیر میں ترجمانِ قرآن "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ" فرماتے ہیں کہ

"مراد یہ ہے کہ میں نے اپنے حدود و فرائض اور اپنے حلال و حرام کے احکام کو مکمل کر دیا، اب اس میں نہ کسی اضافے کی ضرورت ہے نہ کسی نقص و کمی کا احتمال ہے اور اسی تفسیر کو سعدی جبائی اور بلخی نے بھی اختیار کیا ہے۔(۱)

اور ابن کثیر رحمۃ اللہ نے حضرت علی بن طلحہ رحمۃ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ

" وهوالإسلام ، أخبرالله نبيهٗ والمؤمنين أنه أكمل لهم الإيمان، فلا يحتاجون إلىٰ زيادة أبداً، وقد أتمه الله، فلا ينقصه أبداً وقد رضيه الله، فلا يسخطه أبداً ". (۲)

یعنی اس آیت میں اسلام مراد ہے، اللہ نے اپنے نبی اور اہلِ ایمان کو خبر دی ہے کہ اس نے ان کے لیے ایمان کو مکمل کر دیا ہے؛ لہٰذا وہ کسی زیادتی کے محتاج نہ ہوں گے اور اس دین کو اس نے تام کر دیا ہے؛ اس لیے اس میں کوئی نقص و کمی نہ ہوگی اور اللہ اس سے راضی ہو چکا ہے؛ اس لیے اس پر کبھی ناراض نہ ہوگا۔

ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

---

(۱) روح المعانی:۶/۶۰

(۲) ابن کثیر:۲/۱۳

﴿وَبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ﴾ ﴿النحل:۸۹﴾

ترجمہ: ہم نے آپ پر قرآن اتارا، جو کہ تمام (دین کی) باتوں کو بیان کرنے والا اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔

اس آیت میں اسلام کی بنیادی اور اساسی کتاب ''قرآن مجید'' کے بارے میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ وہ دین کی تمام باتوں کے لیے ''تبیان'' ہے، حضرت مجاہد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مراد ''حلال وحرام'' کا بیان ہے۔(۱)

ایک اور موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ﴿الانعام:۳۸﴾

مفسرِ قرآن علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

''دین میں کوئی نیا مسئلہ پیش نہیں آتا، مگر اللہ کی کتاب میں اس کے بارے میں کوئی ہدایت وحکم ہوتا ہے''۔(۲)

ان آیات اور ان کی تفصیل اور تفسیر سے واضح ہوا کہ اسلام کامل اور مکمل دین ہے، جس میں ہر چیز کا حکم اور ہر مسئلے کا حل موجود ہے، خواہ وہ پرانی چیز اور قدیم مسئلہ ہو یا نئی اور جدید۔

تکمیلِ دین کی حقیقت

مگر یہاں بہ ظاہر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں قرآن وحدیث کی تعلیمات میں بہت سی باتوں کا حکم نہیں ملتا، پھر کیوں کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں ہر چیز کا حکم ہے؟

---

(۱) الدر المنثور:۵/۱۵۸، تفسیر الإمام قرطبي:۱۰/۱۶۴

(۲) روح المعاني:۷/۱۴۴

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تکمیلِ دین کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ہر چیز کی حلت وحرمت کا بیان موجود ہے اور یہ بیان مختلف صورتوں سے ہوتا ہے، کبھی صراحت سے کبھی اشارۃً وکنایۃً ، کبھی دلالۃً اور کبھی اقتضاءً۔ بیان کی مختلف صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی اصول وکلیہ بیان کر دیا جائے، جس سے پیش آنے والے ہزاروں مسائل کا جواب وحکم معلوم ہو جائے۔ قرآن نے زیادہ تر اسی کو اختیار کیا ہے اور جہاں کوئی جزئیہ بیان بھی کیا ہے، تو ساتھ ہی اس کا ایک کلیہ واصول بھی بتا دیا گیا ہے۔

مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا.﴾

﴿الإسراء : ٣٢﴾

ترجمہ : اور زنا کے قریب نہ جاؤ، یہ فحش کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اس میں خاص زنا کے متعلق یہ حکم دے کر کہ اس کے قریب نہ جاؤ، اس کی وجہ بھی بتا دی گئی کہ زنا فحش اور بے حیائی کا کام ہے، اس سے یہ بات نکل آئی کہ ہر فحش کام اس قابل ہے کہ اس کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے؛ چناں چہ اس کلیے اور اصول کو دوسرے مقام پر صاف الفاظ میں بتلا دیا گیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ .﴾

﴿الأنعام : ١٥١﴾

ترجمہ : اور تم فحش کاموں کے قریب مت جاؤ، ظاہر ہوں یا مخفی ہوں۔

اس کے علاوہ قرآن وحدیث نے جو جزئیات پیش کی ہیں، وہ بھی دراصل کسی نہ کسی اصول وکلیے (Principle) کے تحت داخل ہوتی ہیں۔

حاصل یہ کہ قرآن وحدیث میں ہر پیش آنے والے مسئلے کا صریح حکم ملنا ضروری نہیں؛ بل کہ ان میں جو اصول وکلیات ضوابط وقواعد بیان کیے گئے ہیں، ان میں غور

دخوض اور تأمل وتفکر سے اس کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے اور یہی معنی ہیں دینِ اسلام کے مکمل ہونے کے اور یہی مقصد ہے امام شافعی کے اس قول کا کہ ''ہر پیش آنے والی بات کا حکم اللہ کی کتاب میں مل جاتا ہے''یعنی اصول وکلیات سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے۔

کیا اسلام نے ٹی-وی کا حکم بیان کیا ہے؟

مذکورالصدر وضاحتوں کے بعد اب اس سوال پر غور کیجیے کہ کیا اسلام نے اس نوایجاد آلہ ''ٹیلی ویژن'' کا حکم بیان کیا ہے؟

اس کے جواب میں سوائے اثبات (ہاں) کے کوئی اور جواب ان حضرات کے نزدیک نہیں ہوسکتا، جو اوپر پیش کردہ ''تکمیلِ دین'' کی حقیقت پر ایمان ویقین رکھتے ہیں اور اس جواب پر دینِ اسلام کی تکمیل پر عقیدہ رکھنے والے کوئی دو افراد بھی اختلاف نہیں کر سکتے؛ لیکن جیسا کہ عرض کر ہی چکا ہوں، اس نوایجاد آلے کا صاف وصریح حکم تعلیماتِ قرآن وحدیث اور ارشاداتِ صحابہ وتابعین میں نہیں ملتا؛ بل کہ اس کا حکم اصول وکلیات سے معلوم کیا جائے گا۔ اب رہی یہ بات کہ اس بارے میں کیا حکم پایا جاتا ہے؟ جواز واباحت کا یا عدمِ جواز وکراہت وحرمت کا؟

اس بات کو معلوم کرنا بہت زیادہ مشکل نہیں؛ بل کہ یہ بات ان لوگوں کے لیے بہت آسان ہے، جو قرآن وحدیث کی ہمہ گیر تعلیمات، دینِ اسلام کے لطیف مزاج، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ وسیرتِ طیبہ سے بہ خوبی واقفیت اور ان میں گہری اور عمیق بصیرت رکھتے ہیں؛ ہاں! جو لوگ ان چیزوں سے خالی وعاری اور تہی دامن ہوتے ہیں، ان کے لیے اس معمے کو حل کرنا صرف یہی نہیں کہ مشکل ہے؛ بل کہ ایسے لوگ اگر اس کو حل کرنے بیٹھیں گے، تو زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ ان کے

لیے ضرر رساں اور گمراہیوں کی وادی میں گرنے کا باعث ہو جائے گا؛ کیوں کہ ان کے سامنے ایک بات ہوگی، تو ہزاروں باتیں پیشِ نظر نہ ہوں گی، پس صحیح نتیجہ اخذ کرنے سے محرومی کے ساتھ، غلط نتائج تک رسائی پالیں گے۔

بہ ہر حال! جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وبصیرت دی ہے، وہ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس نو ایجاد آلے کا کیا حکم ہے اور اس کی تفصیل اصل رسالے میں آئے گی، تاہم ایک اصولی بات عرض کرنا ضروری ہے۔

ایک اہم اصولی بات

وہ یہ کہ اسلام نے ہمارے سامنے حلال وحرام اشیا کی ایک فہرست پیش کر دی ہے اور بعض جگہ ان احکام کی علت ووجہ بھی بیان کر دی ہے اور بہت سے امور مستقل قواعد واصول کے انداز میں پیش کیے گئے ہیں، جن سے بہت سارے جزئی مسائل کو بہ آسانی حل کیا جا سکتا ہے؛ اس لیے اب ہمیں جو مسئلہ درپیش ہے، یعنی ٹی-وی کا حلال یا حرام ہونا، اس کو اسی حلال وحرام کی فہرست اور ان احکام کی علتوں اور ان کے قواعد واصول پر پیش کر کے اس کو حل کیا جا سکتا ہے اور دیکھا جا سکتا ہے کہ اس پر کس قسم کے احکام منطبق ہوتے ہیں؟

اس کے لیے ہمیں سب سے پہلے ٹی-وی کے پردے پر نشر (Televise) ہونے والے پروگراموں کا تجزیہ کرنا ہوگا کہ اس پر کیسے اور کس قسم کے پروگرام نشر ہوتے ہیں، تا کہ ان مختلف پروگراموں کو مباحات ومحرمات کی فہرست پر پیش کر کے دیکھا جائے کہ یہ کس پر منطبق ہوتے ہیں، حلال ومباح چیزوں پر یا حرام ونا جائز اشیا پر۔

ٹی-وی کا حکم، اس کے صحیح یا غلط استعمال پر موقوف ہے

یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ٹی-وی بہ جائے خود اس بحث سے مستغنی ہے

کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ کیوں کہ یہ ایک غیر جاندار آلہ ہے، جو بہ جائے خود نہ حلال ہے نہ حرام؛ بل کہ اس کی نوعیتِ استعمال وطریقِ استفادہ اور اس کے اچھے یا برے اثرات ونتائج ہیں، جو اس کی حلت وحرمت کی بحث پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال چاقو یا تلوار کی سی ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ تلوار اور چاقو بہ جائے خود نہ حلال کہلاتے ہیں نہ حرام، کیوں کہ حرام یا حلال ہونے کا تعلق مکلّف لوگوں سے ہے؛ البتہ ان چیزوں کے استعمال کرنے والوں کے لحاظ سے اور نوعیتِ استعمال سے یہ حلال یا حرام ہو سکتی ہیں؛ اسی طرح ٹی-وی بہ جائے خود نہ حلال ہے نہ حرام؛ بل کہ استعمال کرنے والے اس کو جس طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور جس غرض ومقصد سے استعمال کرتے ہیں، ان باتوں کے لحاظ سے اس پر حلت یا حرمت کا حکم لگے گا۔

ایک ضروری انتباہ!

مگر یہاں روشن خیال حضرات سے ایک بات بہ طور انتباہ کہہ دینا ضروری ہے، وہ یہ کہ اوپر ابھی جو عرض کیا گیا کہ ”ٹی-وی کا حکم اس کے نوعیتِ استعمال وطریقِ استعمال پر ہے“، اس کے سہارے بعض مفروضہ پروگراموں یا ایک دو جائز پروگراموں کو پیش کر کے، مطلقاً جواز کا ثبوت فراہم کر لینا صحیح نہ ہوگا؛ کیوں کہ فتویٰ مفروضہ چیزوں پر نہیں؛ بل کہ واقعاتی چیزوں پر لگایا جاتا ہے، اسی طرح ایک دو باتوں کے صحیح ہونے پر مطلقاً ٹی-وی کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

یہ بات اس لیے عرض کی گئی کہ بعض روشن خیال حضرات بعض فرضی باتوں کو پیش کرتے ہیں کہ کیا ٹی-وی سے اسلام کی یا اس طرح کی خدمت نہیں ہو سکتی ہے؟ پھر علما اس کو کیوں ناجائز کہتے ہیں؟ غور یہ کرنا ہے کہ بلا شبہ اسلام کی خدمت اس سے ہو سکتی ہے، مگر ہو تو نہیں رہی ہے، پھر کیسے ایک فرضی بات پر فتویٰ دیا جائے؟

عالمِ اسلام کی مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت فیوضہم نے خوب فرمایا کہ

''عوام کو تو یہی کہنا چاہیے کہ ''ٹی-وی ناجائز ہے''؛ کیوں کہ ایسے ٹی-وی کا تصور، جس میں ناجائز پروگرام نہ ہوں، موجودہ دور میں ناممکن ہے''۔(۱)

اب آگے آپ پروگراموں کی تفصیل کے ساتھ اس کے احکام ملاحظہ فرمائیں۔

واللہ الموفق والمعین۔

---

(۱) درسِ ترمذی: ۳۵۲/۵

باب الاول

ٹی-وی اور تصاویر

بابِ اول

ٹی-وی اور تصاویر

ٹی-وی کے مسئلے پر بحث کا مرکزی نقطہ ''تصاویر کا حکمِ شرعی ہے''؛ اس لیے کہ ٹی-وی میں یہی چیز سب سے زیادہ نمایاں بل کہ اصل ہے، اس لیے ٹی-وی پر بحث، تصویر کے مسئلے کو حل کیے بغیر ممکن نہیں؛ لہٰذا ہم سب سے پہلے اسی پر بحث کریں گے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تصویر کا کیا حکم ہے؟

اس میں جمہور علمائے امت نے احادیثِ صحیحہ وصریحہ کی بنا پر اس کو اختیار کیا ہے کہ جان دار کی تصویر حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے؛ بل کہ اس پر تمام علما اور ائمہ کا اجماع واتفاق ہے۔

یہاں اولاً چند احادیث لکھی جاتی ہیں، پھر حضرات علما کا کلام پیش کیا جائے گا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

« دخل عَلَيَّ رسولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم و في البيت قرام فيه صور ، فتلوَّن وجههُ ثم تناول الستر فهتكه ، ثم قال :" إن من أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يشبهون بخلق اللّٰه ". » (۱)

ترجمہ: ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، جب کہ گھر میں ایک باریک پردہ تھا، جس میں

(۱) البخاري: ۵۶۴۴ واللفظ له، المسلم: ۳۹۳۷

تصاویر تھیں؛ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے اس پردے کو لیا اور پھاڑ ڈالا، پھر فرمایا کہ ''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے وہ لوگ ہوں گے، جو اللہ کی صفتِ تخلیق میں اس کی نقل اتارتے ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

« سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون. »(١)

ترجمہ: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ایک تصویر ساز کو تصویر سازی کرتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ

« سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: ومن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقي، فليخلقوا حبة فليخلقوا ذرة. »(٢)

ترجمہ: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا، جو میری (یعنی اللہ کی) طرح تخلیق کرنے لگا (وہ کسی جان دار کو تو کیا پیدا کرے گا) ذرا ایک دانہ یا ایک ذرہ ہی بنا کر دکھادے؟!!

---

(١) البخاري:٥٤٩٤، المسلم:٣٩٤٣، النسائي:٥٢٦٩، أحمد:٣٢٧٧

(٢) البخاري:٥٤٩٧، المسلم:٣٩٤٧، أحمد:٦٨٦٩، ابن أبي شيبة:٢٠٠/٥

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

« إن النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقض. »(۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز توڑے بغیر نہیں چھوڑتے تھے، جس میں تصاویر ہوں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ سے ایک سوال کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

« سمعتُ محمدا صلى الله عليه وسلم يقول: من صوَّر صورةً في الدنيا كلف يوم القيامة أن ينفخ فيها و ليس بنافخ. »(۲)

ترجمہ: میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی (جان دار کی) تصویر بناتا ہے، تو قیامت کے دن اس کو کہا جائے گا کہ اس میں روح ڈال؛ مگر وہ روح ڈال نہ سکے گا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

« لا تدخل الملائكة بيتاً، فيه كلب أو صورة. »(۳)

---

(۱) البخاري: ۵۴۹۶، أبو داؤد: ۳۶۲۱، أحمد: ۲۴۹۴۶

(۲) البخاري: ۵۵۰۶، المسلم: ۳۹۴۶، النسائي: ۵۲۶۳، أحمد: ۲۰۵۴

(۳) البخاري: ۵۴۹۳، المسلم: ۳۹۲۹، النسائي: ۴۲۰۸، الترمذي: ۲۷۲۸، ابن ماجة: ۳۶۳۹، ابن أبي شيبة: ۲۵۷۰۱

ترجمہ: اللہ کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جہاں کتا یا تصویر ہو۔

یہ اور اس جیسی بہت سی اور احادیث کے پیشِ نظر تمام ائمہ وعلما ہر قسم کی جان دار کی تصویر کو حرام وناجائز قرار دیتے ہیں، چاہے وہ تصویر مجسم ہو یا غیر مجسم ہو؛ چناں چہ اس سلسلے میں امام نووی رحمہ اللہ نے شرحِ مسلم میں فرمایا ہے کہ

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: "تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، و هو من الكبائر لأنهٗ متوعد عليه بهٰذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهات لخلق اللّٰه تعالٰى، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو اناء أو حائط و غيرها ؛ وهٰذا حكم نفس التصوير. وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان فإن كان معلقاً على حائط أوثوباً ملبوساً أو عمامةً أو نحو ذٰلک مما لا يعد ممتهنا فهو حرام ، و إن كان في بساط يداس و مخدة و وسادة و نحوها مما يمتهن فليس بحرام ، ولا فرق في هذا كله بين ما له ظل وما لا ظل له ، هذا تلخيص مذهبنا في المسئلة و بمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين و من بعدهم و هو مذهب الثورى ومالک و ابى حنيفة و غيرهم رحمهم اللّٰه .(۱)

(۱) شرح المسلم للنووي: ۲/۱۹۹

ترجمہ: ہمارے حضرات اور دوسرے علما نے فرمایا ہے کہ

''جان دار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے؛ اس لیے کہ اس پر ایسی وعید شدید وارد ہے، جو بہت سی احادیث میں مذکور ہے اور اس میں برابر ہے کہ ایسی چیز کی تصویر بنائے جو عادتاً ذلیل و پامال ہوتی ہے یا اور کسی چیز کی، بہ ہر حال بنانا اس کا حرام ہے؛ اس لیے کہ اس میں حق تعالیٰ کی صفتِ خلق کی نقل اُتارنا ہے اور یہ بھی برابر ہے کہ کپڑے میں ہو یا فرش میں یا درھم یا دینار یا پیسے میں ہو یا برتن یا دیوار وغیرہ میں ہو؛ یہ تو تصویر بنانے کا حکم ہے؛ لیکن ان چیزوں کا استعمال، جن میں ذی روح کی تصویر بنی ہو، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ ایسی چیزوں میں ہو، جو عادتاً ذلیل و حقیر نہیں سمجھی جاتیں، تو ان کا استعمال حرام ہے اور اگر فرش یا کسی گدے اور تکیے وغیرہ میں ہو، جو عادتاً ذلیل و پامال ہوتے ہیں، تو یہ حرام نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تصویر مجسم ہو، جس کا سایہ پڑتا ہے یا مجسم نہ ہو؛ بل کہ محض نقش و رنگ ہو، یہ مسئلۂ تصویر میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے اور یہی مذہب ہے جمہور علما کا صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علما میں سے اور یہی مذہب ہے امام ثوری اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ وغیرہم رحمھم اللہ کا''۔

اور امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ نے بھی تقریباً یہی بات توضیح کے حوالے سے نقل کی ہے، یہاں ان کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

و في التوضيح قال أصحابنا و غيرهم :'' تصوير

صورة الحيوان حرام أشد التحريم و هو من الكبائر ، و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فحرام بكل حال ؛ لأن فيه مضاهات لخلق اللّٰه و سواء كان في ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط. وأما ما ليس فيه صورة حيوان كالشجر و نحوه فليس بحرام ، وسواء كان في هٰذا كله ما له ظل وما لا ظل له ، و بمعناه قال جماعة العلماء مالک و الثوری و أبو حنيفة و غيرهم رحمہم اللہ وقال القاضي : الا ما ورد في لعب النبات، و كان مالک يكره شراء ذلک". (۱)

ترجمہ: توضیح میں ہے کہ ہمارے فقہاو غیرہم نے فرمایا ہے کہ

جان دار کی تصویر بنانا سخت حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، خواہ ایسی تصویریں ہوں، جن کو عادتاً ذلیل و حقیر رکھا جاتا ہے یا ایسی نہ ہوں، پس وہ بہ ہر حال حرام ہیں؛ اس لیے کہ اس میں اللہ کی صفتِ خلق سے مشابہت ہے۔ اور اس میں یہ بات برابر ہے کہ وہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں یا دینار، درہم اور پیسوں میں ہو یا برتنوں میں یا دیواروں میں اور برابر ہے کہ وہ مجسم مورت ہو، جس کا سایہ پڑتا ہے یا محض نقش اور رنگ ہو۔ یہی فرمایا ہے جماعتِ علماء، امام مالک، امام ثوری اور امام ابوحنیفہ وغیرہم رحمہم اللہ نے اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "بچیوں کے کھلونے جائز ہیں اور امام مالک اس کے خریدنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے"۔

---

(۱) عمدة القاري: ۱۵/۱۲۴

اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے فتح الباري میں اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ نے إرشاد الساري (۱۲/۱۲۲) میں امام نووی رحمۃ اللہ کی مذکورہ عبارت نقل کی ہے، جو اس کی تصدیق و تائید ہے اور اسی طرح علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے شرح المشکاۃ (۸/۲۹۴) میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (۷/۳۲۶) میں بھی "توضیح" کی عبارت ذکر کی ہے، جس سے ان کا اس سے اتفاق کرنا ثابت ہوتا ہے اور ان سب عبارات و توضیحات سے تصویر کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ جمہور ائمہ و علما اور بالخصوص ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام و ناجائز ہے۔

اب اس پر غور کرنا ہے کہ جب "ٹی-وی" کے تقریباً ہر پروگرام میں جان دار کی تصویر ایک لابدی و لازمی چیز ہے تو "ٹی-وی" کے جائز و مباح ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

غیر مجسم تصاویر کا حکم

اوپر کی تفصیلات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ تصویر خواہ مجسم ہو، جس کا سایہ پڑتا ہے یا غیر مجسم ہو، جس کا سایہ نہیں ہوتا، دونوں ہی جمہور ائمہ و علما کے نزدیک حرام و ناجائز ہیں۔ علامہ نووی اور علامہ عینی کی عبارات میں بالصراحت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہاں! بعض حضرات کا یہ مسلک تھا کہ غیر مجسم تصاویر، جن کا سایہ نہیں ہوتا، وہ جائز ہیں، جیسے کسی کپڑے یا دیوار یا درھم و دینار وغیرہ کسی چیز میں نقش ہوتا ہے۔ چناں چہ علامہ نووی رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے کہ

وقال بعض السلف : إنما ينهى عما كان له ظل ولا باس بالصور التي ليس لها ظل .

ترجمہ: بعض سلف حضرات نے کہا کہ ممنوع وہ تصاویر ہیں، جن کا سایہ ہوتا ہے اور جن کا سایہ نہیں ہوتا ان میں کوئی حرج نہیں۔

اوران کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر میں اللہ کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر ہو، اس میں بعض روایات میں ''اِلا رقما'' کا استثنا بھی وارد ہوا ہے۔(۱)

جس کا مطلب یہ ہے کہ جو تصویر نقش کی شکل میں ہو، اس کی اجازت ہے اور اسی سے اس کے راوی حضرت زید بن خالد نے اپنے پردے پر مزین تصویر کی اباحت پر استدلال کیا تھا، جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے۔

مگر جمہور علما نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس پر رد کیا ہے، خود علامہ نووی رحمۃ اللہ نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ

وهو مذهب باطل فإن الستر الذي انكر النبي صلی اللہ علیہ وسلم الصورة فيه لايشک أحد أنه مذموم وليس لصورته ظل مع باقي الأحاديث المطلقة في كل صورة.(۲)

ترجمہ: یہ باطل مذہب ہے؛ کیوں کہ جس پردے میں تصویر ہونے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار ورد کیا ہے، اس

(۱) البخاري: ۲۹۸۷، المسلم: ۳۹۲۳، الترمذي: ۱۶۷۲، النسائي: ۵۲۵۴، مؤطا مالک: ۱۵۲۴

(۲) شرح المسلم للنووي: ۱۹۹/۲

کے مذموم ہونے میں کسی کو شک نہیں؛ حال آں کہ اس تصویر میں بھی سایہ نہیں تھا، پھر ان احادیث کو بھی ساتھ ملا لیا جائے، جو اوپر تصویر کے بارے میں مطلق وارد ہوئی ہیں۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے اگر چہ علامہ نووی رحمۃ اللہ کے اس کو مذہبِ باطل کہنے پر گرفت کی ہے اور یہ فرمایا کہ یہ مذہب ابن ابی شیبہ نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ سے بہ سندِ صحیح نقل کیا ہے؛ اس لیے اس پر باطل ہونے کا اطلاق محلِ نظر ہے اور یہ قاسم بن محمد رحمۃ اللہ فقہائے مدینہ میں سے ہیں اور اپنے زمانے کے افضل لوگوں میں سے تھے، مگر اس کے باوجود انھوں نے بھی اس مذہب کو احادیث کے پیشِ نظر مرجوح وضعیف قرار دیا ہے۔(۱)

اور ان حضرات کے استدلال کا یہ جواب دیا گیا کہ

۱– اس استثنا میں صرف وہ تصاویر مراد ہیں، جو غیر ذی روح اشیا کی ہوں اور یہی معنیٰ ہے " إلا رقمًا " کا؛ چناں چہ علامہ نووی رحمۃ اللہ نے فرمایا اور ان کی اقتدا میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ نے بھی فرمایا کہ "اس سلسلے کی احادیث کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ "رقم" یعنی نقش کے استثنا سے مراد وہ تصویر ہے، جو غیر ذی روح چیزوں کی ہو، جیسے درخت وغیرہ کی تصویر۔(۲)

اسی طرح علامہ خطابی رحمۃ اللہ کے حوالے سے علامہ عینی رحمۃ اللہ نے **عمدة القاري** میں نقل کیا ہے۔(۳)

۲– حافظ رحمۃ اللہ نے اس کا دوسرا جواب بہ طورِ احتمال یہ دیا ہے کہ یہ نقش

---

(۱) فتح الباري:۱۰/۳۷۷

(۲) شرح المسلم :۲/۲۰۰،فتح الباري:۱۰/۳۹۰

(۳) عمدة القاري:۱۵/۱۲۹

والی تصویر کا جائز ہونا حرام ہونے سے قبل کا حکم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اجازت پہلے تھی، بعد میں باقی نہیں رہی۔(۱)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے اس سلسلے میں فرمایا کہ

''اس حدیث میں تصاویر سے ایک استثنا بہ لفظ '' **رقم في ثوب** '' مذکور ہے، **فتح الباري** میں نووی رحمۃ اللہ سے اور **عمدة القاري** میں خطابی رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ '' **رقم** '' سے مراد بے جان چیزوں؛ درختوں وغیرہ کے نقوش و اشکال ہیں، عربی لغت کے اعتبار سے بھی یہی لفظِ رقم اس معنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ لسان العرب اور قاموس میں لفظ '' **رقم** '' کے یہی معنے لکھے ہیں: '' **الرقم ضرب لخطط من الوشي** '' (یعنی رقم دھاری دار منقش کپڑے کو کہتے ہیں) زرقانی رحمۃ اللہ نے شرح مؤطا میں '' **رقم** '' کا ترجمہ '' **نقشا ووشيا** '' سے کیا ہے۔(۲)

اور علما کو اس حدیث میں اس طرح کی تاویل کی ضرورت اس لیے پڑ رہی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردے پر بھی نکیر فرمائی تھی، جس میں بہ طورِ نقش تصویر بنی ہوئی تھی، جس سے اس کا بھی ناجائز ہونا معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے اب علما کو اس کی ضرورت پڑی کہ جس حدیث میں '' **إلا رقما** '' کا استثنا آیا ہے، اس کی تاویل کریں، تاکہ دونوں احادیث میں جمع و تطبیق ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ غیر مجسم تصاویر اور مجسم تصاویر دونوں کا جمہور کے نزدیک ایک

---

(۱) **فتح الباري**: ۳۹۰/۱۰

(۲) **التصوير لأحكام التصوير** مندرجہ جواہر الفقہ: ۱۹۲/۳

حکم ہے اور جو بعض سلف سے غیر مجسم تصاویر کا جواز معلوم ہوتا ہے، وہ یا تو باطل ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ نے فرمایا، یا مرجوح وضعیف ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا؛ اس لیے اس پر اعتماد کرنا اور تصاویرِ غیر مجسمہ کو جائز قرار دینا صحیح و درست نہ ہوگا، کیوں کہ علما نے تصریح کی ہے کہ مرجوح وضعیف اقوال سے استدلال کرنا جائز وصحیح نہیں ہے۔ الغرض! تصاویر مجسم ہوں یا غیر مجسم دونوں ہی اسلام میں ناجائز ہیں اور یہی جمہور علما کا فیصلہ ہے۔

کس قسم کی تصاویر جائز ہیں؟

یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں تک تصویر سازی کا مسئلہ ہے، تو اس باب میں علما نے وضاحت کر دی ہے کہ ہر قسم کی تصویر سازی ناجائز ہے؛ یعنی کسی بھی قسم کی تصویر بنانا جائز نہیں اور رہا تصویر کے استعمال کا مسئلہ، تو اس میں اکثر علما نے بعض قسم کی تصاویر کے استعمال کو حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے۔

ایک تو ایسی تصاویر کو جائز قرار دیا ہے، جو عادتاً پامال ہوتی ہیں، جیسا کہ اوپر کی عبارات میں اس کا بھی ذکر گزرا ہے اور اس کی دلیل چند احادیث ہیں:

ا- ایک وہ حدیث، جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ میں تصاویر کی اجازت دی ہے؛ چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، جب کہ میں نے طاق پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا، جس میں تصاویر تھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا، تو اس کو لے کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں گرفتار وہ لوگ ہوں گے، جو اللہ کی صفتِ تخلیق میں اس کی نقل اُتارتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اس پردے کو کاٹ کر

اس سے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔(۱)

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس تکیے کو استعمال بھی فرمایا تھا۔(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تکیے پر تصویر کی اجازت دی ہے اور اس قسم کے تکیے کو آپ نے استعمال بھی کیا ہے اور علما اس کی وجہ یہی بتاتے ہیں کہ تکیہ پامال چیز ہے اور اس پر بیٹھنے اور سونے کا کام لیا جاتا ہے، اس لیے ہر وہ تصویر جو پامال جگہوں یا چیزوں پر ہو، اس کی اجازت ہوگی اور جو پامال نہ ہو، اس کی اجازت نہ ہوگی۔(۳)

ایک سوال کا جواب

اس جگہ ایک طالب علمانہ اشکال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ ”ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تصویر دار تکیے کو بھی استعمال نہیں کیا؛ بل کہ اس پر بھی نکیر فرمائی تھی؛ چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا سا تکیہ خریدا، جس میں تصاویر تھیں، پس نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے، میں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یہ کیسے تکیے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے اس لیے خریدے ہیں تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں، آپ نے فرمایا کہ

---

(۱) البخاري: ۵۴۹۸، المسلم: ۳۹۳۷

(۲) المسلم: ۳۹۴۰

(۳) فتح الباري: ۳۹۲/۱۰

إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم :
احيوا ما خلقتم ؛ وإن الملائكة لا تدخل بيتاً فيه الصورة.(۱)

ترجمہ: یہ تصویر والے قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہوں گے، ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویر بنائی ہے، اس میں جان ڈالو اور (فرمایا کہ) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر دار تکیہ بھی استعمال کرنا پسند نہیں کیا؛ لہٰذا اس حدیث اور اس سے ماقبل کی حدیث میں بہ ظاہر تعارض ہے، شراحِ حدیث نے اس کا جواب دیا ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ تراجم سے یہ جواب اخذ کیا ہے کہ

> پامال تصاویر کی اجازت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس تصویر پر بیٹھا بھی جائے، ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیوں میں سے ایسا تکیہ استعمال کیا ہو، جس میں تصویر نہیں تھی اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل تصویر والا تکیہ استعمال نہیں کیا، مگر جب اس کو کاٹ کر اس کی ہیئت میں تبدیلی کر دی گئی، تو آپ نے اس کو استعمال فرمایا۔ اس لیے جس حدیث میں استعمال کرنا وارد ہوا ہے اس سے مراد تصویر کو پھاڑ دینے کے بعد استعمال کرنا ہے اور جس میں اس کو استعمال نہ کرنے کی بات آئی ہے، اس سے مراد کاٹنے اور اس کو پھاڑنے سے پہلے استعمال کرنا ہے؛ لہٰذا دونوں میں کوئی

---

(۱) البخاري: ۵۵۰۴ و المسلم: ۳۹۴۱

تعارض نہیں۔(۱)

۲۔ اس کی دوسری دلیل حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رخص فیما کان یؤطأ و کرہ ما کان منصوباً

ترجمہ: جو تصاویر پامال ہوں، ان کو جائز اور جو کھڑی (یعنی پامال نہ ہوں) ان کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۲)

۳۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

کانوا یقولون: في التصاویر في البسط والوسائد التي توطأ ذل لها.

نیز فرمایا کہ:

کانوا یکرھون ما نصب من التماثیل نصباً ولا یرون بأسا بما وطئته الأقدام.

ترجمہ: حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ جو تصاویر فرش اور تکیوں میں ہوں، وہ ان کے لیے ذلت ہے اور یہ حضرات ان تصاویر کو مکروہ قرار دیتے تھے، جو کسی بلندی پر نصب کی گئی ہوں اور ان تصاویر میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، جو قدموں سے روندی جائیں۔(۳)

اس میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول یہ بتایا ہے کہ پامال تصاویر جائز ہیں اور جو منصوب ہوں وہ ناجائز ہیں۔ اور یہی بات ابن ابی شیبہ نے

---

(۱) دیکھو: فتح الباری: ۱۰/۳۹۰

(۲) و فیہ سلیمان بن أرقم و ھو ضعیف. کما في مجمع الزوائد: ۵/۱۷۴

(۳) ابن ابي شيبة: ۵/۲۰۸، فتح الباري: ۱۰/۳۸۸

حضرت ابن سیرین، حضرت عطاء، حضرت زہری، عکرمہ بن خالد اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے بھی نقل کی ہے۔(۱)

دوسرے وہ تصاویر، جن کا سر کاٹ دیا گیا ہو یا ان کی ہیئت وشکل بدل دی گئی ہو، اس کے جواز کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اتاني جبريل قال: اتيتک البارحة ، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنهٗ كان على الباب تماثيل و كان في البيت قرام ستر فيه تماثيل وكان في البيت كلب ، فمر براس التمثال الذي علٰى باب البيت ، فيقطع فيصير كهيئة الشجرة ، فمر بالستر فليقطع فليجعل وسادتين منبوذتين تؤطآن ، و مر بالكلب فيخرج ، ففعل رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم .(۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ میں رات آپ کے پاس آیا تھا اور مجھے آپ کے پاس داخل ہونے سے کسی چیز نے نہیں روکا، مگر یہ کہ دروازے پر اور گھر میں ایک پردے میں تصاویر تھیں اور نیز گھر میں کتا تھا، پس آپ حکم کیجیے کہ دروازے کے اوپر کی تصاویر کا سر کاٹ دیا جائے، جس سے وہ درخت کی شکل پر ہو جائیں اور پردے کے بارے میں حکم کیجیے کہ اس کو کاٹ کر دو ایسے تکیے بنادیے جائیں، جو روندے جاتے ہوں اور کتے کے متعلق حکم کیجیے کہ اس کو باہر نکال دیا

---

(۱) ابن ابي شيبة: ۲۰۸/۵

(۲) الترمذي: ۲۷۳۰، أبو داؤد: ۳۶۲۷

جائے، پس اللہ کے نبی ﷺ نے اسی طرح کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک دفعہ اللہ کے نبی ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ داخل ہو جاؤ، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں کیسے داخل ہوں جب کہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے، جس میں تصاویر ہیں، پس یا تو اس کا سر کاٹ دیا جائے یا اس کو روندا جانے والا فرش بنا دیا جائے، کیوں کہ ہم ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصاویر ہوں۔(۱)

ان احادیث سے علما وفقہا نے یہی سمجھا ہے کہ سر کٹی ہوئی یا متغیر تصاویر کی شرعاً اجازت ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے نبی ﷺ کو یہی بات بتائی تھی، جیسا کہ مذکورہ احادیث سے صاف طور پر معلوم ہوا۔(۲)

اور تیسرے ان تصاویر کی اجازت دی گئی ہے، جو بہت چھوٹی ہونے کی وجہ سے محسوس نہ کی جا سکیں۔

اس کی دلیل میں چند آثارِ صحابہ پیش کیے گئے ہیں:

۱- طبقاتِ ابن سعد، جزء تابعین میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے بٹن میں آدمیوں کے چہرہ کی تصویریں تھیں۔

۲- اسد الغابة میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ

---

(۱) النسائي: ۵۲۷۰

(۲) دیکھو: الهداية:۲۴/۲، فتاوی هندية:۱/۱۰۷، بحر الرائق: ۲۸/۲

ان کی انگوٹھی کے نگینے پر ایک شیر غراں کی تصویر بنی تھی۔

۳- حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اس میں دو مکھیوں کی تصویریں تھیں۔

۴- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی، جس کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ یہ دانیال نبی علیہ السلام کی انگوٹھی ہے اور اس کے نگینے میں ایک مرقع تھا کہ دو شیر دائیں بائیں کھڑے تھے، بیچ میں ایک لڑکا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔(۱)

۵- حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایسے تکیے پر ٹیک لگایا کرتے تھے، جس میں پرندوں اور آدمیوں کی تصاویر تھیں۔(۲)

۶- امام طحاوی رحمہ اللہ نے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی میں ایک آدمی کی تصویر تھی، جو تلوار سونت کر کھڑا تھا۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی میں ایک بارہ سنگھے کا نقش تھا، جو اپنے ایک ہاتھ کو بند اور دوسرے کو پھیلایا ہوا تھا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھیوں پر دو مکھیوں کی تصویر تھی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر سارس کی تصویر تھی۔(۳)

یہ سب اگرچہ آثارِ صحابہ ہیں، مگر جمہور علما کے نزدیک آثارِ صحابہ بھی حجت ہیں، خصوصاً اس وقت جب کہ کسی باب میں مرفوع احادیث نہ ہوں؛ اس لیے ان آثار

---

(۱) فتح القدیر: ۱/۴۲۸، بحر الرائق: ۲/۲۸، جواهر الفقه: ۳/۱۹۸، بہ حوالہ معارف اعظم گڑھ

(۲) ابن ابی شیبة: ۶/۸

(۳) شرح معانی الآثار: ۴/۲۶۳، ۲۶۶

سے استدلال واحتجاج کرنا بلا کسی شبہے کے جائز ہے۔

اور فقہا نے بھی ایسی چھوٹی تصاویر کو جائز رکھا ہے؛ چناں چہ ہدایہ، عالمگیری اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ

ولو كانت صغيرة بحيث لا يبدو للناظر إلا بتأمل لا يكره.(۱)

ترجمہ: کہ اگر تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو بغیر تأمل وتکلف دکھائی نہ دے، تو ایسی تصویر مکروہ نہیں۔

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ چھوٹی اور بڑی تصاویر کا معیار بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

والمراد بالصغيرة التي لا تبدو للناظر علىٰ بُعد، والكبيرة التى تبدو للناظر على بُعد.

ترجمہ: چھوٹی تصویر وہ ہے، جو دیکھنے والے کو دور سے دکھائی نہ دے اور بڑی وہ ہے، جو دور سے دکھائی دے۔(۲)

الغرض! اس قدر چھوٹی تصاویر کہ دیکھنے والے کو اعضاءِ تصویر بلا تکلف نظر نہ آئیں، تو اس کی بھی شرعاً گنجائش دی گئی ہے اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

گڑیوں اور کھلونوں کا حکم

گڑیوں اور کھلونوں میں جو تصاویر ہوتی ہیں، ان کے بارے میں علما کا اختلاف

---

(۱) (الهداية: ۱/۱۴۲ الهندية:۱/۱۰۸او اللفظ له ،شامي:۱/۶۴۸)

(۲) البحر الرائق: ۲/۵۰

ہے، بعض علما نے بچیوں کے کھلونوں کی تصاویر کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے اور جمہور نے ان کو بھی ناجائز فرمایا ہے۔ امام بیہقی، ابن الجوزی، منذری، ابن بطال، رحمہم اللہ وغیرہ حضرات یہی فرماتے ہیں اور ائمہ میں سے امام مالکؒ سے بھی بہ صراحت ان کا ناجائز ہونا نقل کیا گیا ہے۔

مجوزین کی دلیل وہ احادیث ہیں، جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں کا ذکر ملتا ہے، مثلاً:

۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

« كنت ألعب بالبنات عند النبي صلى الله عليه وسلم و كان لي صواحب يلعبن معي و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل يتقمعن منه فيسربهن إلي فيلعبن معي. »(۱)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کچھ سہیلیاں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوتے، تو وہ آپ سے چھپ جاتی تھیں، پس آپ ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے اور میں ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

« كنت ألعب بالبنات، فربما دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندي الجواري، فإذا دخل خرجن و إذا خرج دخلن. »

ترجمہ: میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور میرے پاس کھیلنے والی لڑکیاں

---

(۱) البخاري: ۵۶۶۵، المسلم: ۴۴۷۰، أحمد: ۲۳۱۶۳

ہوتی تھیں، پس جب آپ تشریف لاتے، تو وہ باہر چلی جاتیں اور جب آپ باہر جاتے، تو وہ اندر آ جاتیں۔(۱)

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا خیبر سے واپس آئے، تو میرے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا، اتفاقاً ہوا چلی، جس نے پردے کا ایک حصہ کھول دیا جہاں سے وہ گڑیاں نظر آگئیں، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میری گڑیاں ہیں اور آپ نے ان کے بیچ میں ایک گھوڑا دیکھا، جس پر کاغذ کے دو پر لگے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ گھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھوڑے کے اوپر کیا لگے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ دو بازو ہیں، آپ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا گھوڑے کے بازو بھی ہوتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر لگے ہوئے تھے؟ یہ سن کر آپ کو ہنسی آ گئی، یہاں تک کہ میں نے آپ کے دندانِ مبارک دیکھے۔(۲)

ان احادیث کے پیشِ نظر بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ بچوں کے کھلونے اور گڑیاں اگر تصاویر پر مشتمل ہوں، تو ان کی اجازت ہے اور عمومِ نہی سے ان کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ نے اسی پر جزم کیا ہے اور اسی کو جمہور کی جانب سے نقل کیا ہے اور ان حضرات نے کہا ہے کہ لڑکیوں کو اس کی اجازت اس

---

(۱) أبو داؤد:۴۹۳۱

(۲) أبو داؤد کتاب الأدب ۴۹۳۲

لیے ہے کہ تا کہ بچپن ہی سے گھریلو اموراور اولاد کے بارے میں تربیت پائیں۔(۱)

مگر اس میں بھی جمہور علما کی رائے یہی ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے اور جمہور نے ان احادیث کی مختلف توجیہات وتاویلات بیان کی ہیں:

۱- ایک یہ کہ یہ اجازت والی احادیث، تصویر کی حرمت کے نازل ہونے سے پہلے کی ہیں؛ اس لیے یہ اجازت ان احادیث کی وجہ سے منسوخ ہے، جن میں تصویر کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ

ثبت النهي عن اتخاذ الصور ، فنحمل على أن الرخصة لعائشة رضي الله عنها في ذالک كانت قبل التحريم و به جزم ابن الجوزي.(۲)

۲- بعض حضراتِ علما فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے گڑیوں کی رخصت واجازت دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ گڑیاں درحقیقت مکمل تصویریں نہیں تھیں؛ بل کہ نام ہی نام کی گڑیاں تھیں، جن کے ہاتھ پیر اور چہرہ وغیرہ نہیں تھا اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ ان گڑیوں کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں اور ان کے درمیان کیا چیز رکھی ہے؟ اگر یہ مکمل تصویریں ہوتیں، تو اس سوال کی کیا ضرورت ہوتی؟ دیکھتے ہی خود معلوم ہو جاتا کہ یہ گھوڑوں کی تصویریں ہیں۔ علامہ منذری رحمہ اللہ نے بھی اس احتمال کا ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر اور حافظ عینی رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ

قال المنذري: إن كانت اللعب كالصورة فهو قبل

---

(۱) فتح الباري:۱۰/۵۲۷

(۲) فتح الباري:۱۰/۵۲۷،عمدة القاري:۱۵/۶۴۲

التحريم وإلا فقد يسمىٰ ما ليس بصورة لعبة وبهذا جزم الحليمي. (۱)

۳– علامہ خطابی رحمہ اللہ نے ایک توجیہ یہ ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ اجازت ان کے نابالغ ہونے کی وجہ سے تھی؛ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس پر جزم کرنے میں اشکال ہے؛ البتہ اس کا احتمال ضرور ہے؛ کیوں کہ اس غزوۂ خیبر یا غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھوڑے دیکھنے کا ذکر آیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوۂ خیبر کے موقعے پر تو نابالغ تھیں کہ ان کی عمر اس وقت یا تو چودہ سال کی تھی یا چودہ پورے ہو گئے تھے یا اس سے متجاوز یا اس کے قریب تھی۔ مگر غزوۂ تبوک کے موقعے پر تو وہ یقیناً بالغ ہو چکی تھیں؛ اس لیے احتمال کے طور پر تو ان کو اس وقت نابالغ کہا جا سکتا ہے، جزماً نہیں کہا جا سکتا۔ (۲)

الغرض! گڑیوں کے بارے میں اکثر علما یہی کہتے ہیں کہ یہ بھی ناجائز ہیں اور تصاویر کی حرمت کا حکم ان کو بھی شامل ہے۔

ضرورت کی بنا پر تصویر

ایک اور صورت جس کو علما نے حرمت کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے، وہ ’’ضرورت کی بنا پر تصویر لینا ہے‘‘، جیسے پاسپورٹ یا ایڈنٹی کارڈ (IDENTITY CARD) وغیرہ کے لیے، یہ چوں کہ ہمارے اختیار سے نہیں؛ بل کہ قانون کی وجہ سے ہے اور اس کی فی نفسہٖ بھی ضرورت ہوتی ہے؛ اس لیے فقہی قاعدہ " **الضرورات تبیح المحظورات** " کے تحت اس کی اجازت دی گئی ہے۔

---

(۱) فتح الباري: ۱۰/۵۲۷، عمدة القاري: ۱۵/۶۴۲

(۲) دیکھو: فتح الباري: ۱۰/۵۲۷

ٹی-وی کی تصاویر

تصویر کے حکم کے متعلق اس تفصیلی بحث کے بعد ہم اصل مسئلے کی طرف آتے ہیں کہ ٹی-وی کی اسکرین (T.V SCREEN) پر دکھائی جانے والی تصاویر کا کیا حکم ہے؟ یہ مسئلہ چوں کہ جدید مسائل کی فہرست میں آتا ہے، اس لیے اس کا حکم صراحت کے ساتھ قرآن و حدیث یا فقہا کے کلام میں تو نہیں مل سکتا، البتہ اوپر کی بحث سے اس کو اخذ کیا جا سکتا ہے۔

یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ ٹیلی ویژن (Television) کے موجودہ پروگراموں کا اسلامی مزاج کے خلاف ہونا اور اس کی وجہ سے ہزارہا قسم کے خبائث و برائیوں کا معاشرہ میں پھیل جانا، ایک ایسی بدیہی بات اور واضح حقیقت ہے، جس سے انکار دن کے اُجالے میں سورج کے انکار کے مترادف ہوگا؛ اس لیے علما میں سے کوئی بھی اس کی موجودہ حالت کے اعتبار سے اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتا۔

لیکن اگر اس کے ذریعے دینی مقاصد کو بہ روئے کار لایا جائے اور نیک و عمدہ مقاصد کے لیے اس کا استعمال کیا جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلے کے حل کے لیے سب سے اہم مسئلہ، جس پر اس بحث کا مدار ہے، وہ ''ٹی-وی کے پردے پر ظاہر ہونے والی صورتوں کا حکم ہے''، کہ کیا یہ صورتیں ان شرعی تصاویر کے حکم میں ہیں، جن کی حرمت احادیث سے ثابت ہے یا یہ کہ یہ عکس کے حکم میں ہیں اور جائز ہیں اور دوسری بحث یہ ہے کہ اگر یہ تصویر کے حکم میں ہیں، تو کیا دینی ضرورت کی بنا پر ان کو دینی و دعوتی مقاصد کے لیے کام میں لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ہم اس جگہ صرف پہلے مسئلے پر گفتگو کریں گے اور دوسرے پر گفتگو ایک مستقل عنوان کے تحت آئے گی۔

علمائے معاصرین کی آرا

جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے، اس بارے میں معاصر علما کے بنیادی طور پر تین نقاطِ نظر ہیں:

۱- اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ ٹی-وی کے پردے پر ظاہر ہونے والی صورتیں ''تصاویر'' ہیں، جن کو اسلام میں ناجائز قرار دیا گیا ہے اور متعدد احادیث اس کی حرمت پر دال ہیں۔

۲- علما کا ایک مختصر طبقہ اس کا قائل ہے کہ ٹی-وی کی یہ صورتیں تصاویر تو ہیں، مگر وہ تصاویر نہیں، جن کو اسلام میں حرام کہا گیا ہے؛ اس لیے ٹی-وی کی تصاویر جائز ہیں؛ پھر اس جواز کی دلیل میں مختلف توجیہات کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

> ''بعض نے کہا کہ شریعت میں جن تصاویر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، ان سے مراد وہ تصاویر ہیں، جن کی عبادت و پرستش کی جاتی ہیں اور جن کی پرستش نہیں کی جاتی اور وہ محض زیب و زینت کے طور پر رکھی جاتی ہیں، وہ ممنوع نہیں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ٹی-وی کی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی، اس لیے یہ جائز ہیں۔

بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ ٹی-وی کی تصاویر پامال تصاویر کے حکم میں ہیں؛ کیوں کہ ان تصاویر کو کوئی عظمت کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا اور پامال ہونے والی تصاویر شرعاً جائز ہیں۔

۳- ایک طبقۂ علما کا خیال ہے کہ ٹی-وی کی صورتیں تصاویر نہیں ہیں؛ بل کہ وہ عکس ہیں اور اسلام میں عکس ناجائز نہیں ہے، اس لیے ٹی-وی کی یہ صورتیں جائز ہیں؛ پھر عکس قرار دینے والوں کے مختلف نقاطِ نظر ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ

ٹی-وی کی صورتیں ''کیمرے کی تصاویر'' کی طرح ہیں اور کیمرے کی تصاویر بہت سے علما کے نزدیک جائز ہے؛ کیوں کہ کیمرے کی تصویر دراصل عکس ہے، جیسے پانی اور آئینے میں عکس پڑتا ہے۔

بعض کا خیال یہ ہے کہ

ٹی-وی کی تصاویر درحقیقت تصاویر نہیں؛ بل کہ وہ محض عکس ہیں مگر کیمرے کی طرح کا عکس نہیں، کیوں کہ یہ ٹی-وی کے پردے پر نظر آنے والی صورتیں دراصل برقی ذرات ہیں، جن کا اپنا کوئی مستقل وجود نہیں ہے اور نہ وہ محفوظ ہوتی ہیں، جیسے پانی یا آئینے میں عکس نظر آتا ہے اور اسلام میں عکس ناجائز نہیں ہے؛ اس لیے ٹی-وی کے پردے پر دکھائی جانے والی تصاویر جائز ہیں۔

بعض معاصر علما نے ٹی-وی کی صورتوں میں تفصیل کی ہے کہ

جو پروگرام غیر مباشر (INDIRECT) ہو، اس کی صورتیں تو تصویر کے حکم میں ہیں؛ کیوں کہ اس میں پروگرام کو اولاً نگیٹیو (NEGATIVE) کے ذریعے محفوظ کرلیا جاتا ہے اور وقت پر اس کو نشر کیا جاتا ہے اور جو پروگرام مباشر (LIVE) ہو، اس کی صورتیں عکس کے حکم میں ہیں؛ کیوں کہ اس کی نگیٹیو نہیں بنائی جاتی؛ بل کہ اس کو براہِ راست نشر کیا جاتا ہے اور وہ صورتیں محض برقی ذرات ہوتے ہیں، جن کی اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی۔

مگر ان میں سے راقم الحروف کے نزدیک جمہور علما کا نقطۂ نظر ہی صحیح و درست ہے اور باقی نقاطِ نظر غلط فہمیوں کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں؛ کیوں کہ جمہور کی رائے کے

مطابق ٹی-وی کی تصاویر بھی حرمت کے حکم میں داخل ہیں اور ان کے اس سے استثنا کی کوئی دلیل نہیں۔علما نے جن تصاویر کو حکمِ حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے اور وہ بالاتفاق تین اور بالااختلاف چار ہیں، ان میں سے کسی کے تحت ٹی-وی کی تمام تصاویر داخل نہیں، پھر کس بنیاد پر مطلقاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ٹی-وی کی تصاویر حرمت کے حکم سے خارج ہیں؟ ہاں! اگر کوئی تصویر بالکل چھوٹی ہو یا سر کٹی ہوئی ہو یا پامال ہو، تو وہ جائز ہوگی، مگر جیسا کہ ظاہر ہے، یہ نہ تو تمام تصاویر کا حکم ہے اور نہ ٹی-وی کی تمام تصاویر ایسی ہوتی ہیں؛ بل کہ شاید ایسی ہوتی ہی نہ ہوں۔ اب آیئے ہم ان دلائل کا جائزہ لیں، جو جواز کے قائلین نے اس سلسلے میں بیان کیے ہیں۔

کیا صرف پرستش کی جانی والی تصاویر حرام ہیں؟

ٹی-وی کی تصاویر کو جائز قرار دینے والوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسلام میں صرف وہ تصاویر ناجائز ہیں، جن کی پوجا و عبادت کی جاتی ہے اور جو تصاویر محض زینت و خوب صورتی کے لیے رکھی جاتی ہیں، وہ جائز ہیں اور چوں کہ ٹی-وی کی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی، اس لیے یہ جائز ہیں۔

مگر اہلِ عقل و دانش پر مخفی نہ ہوگا کہ اس دلیل کو دلیل کہنا ہی غلط ہے؛ بل کہ بہ جائے خود یہ ایک دعویٰ ہے، جو محتاجِ دلیل ہے اور اس پر دلیل کا قائم کرنا ان لوگوں پر لازم ہے۔

پھر احادیث پر سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ ان حضرات کی یہ بات صحیح و درست نہیں ہے؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پردے کے اوپر جو تصویر تھی اور اس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضی کا اظہار فرمایا تھا، وہ تصویر ظاہر ہے کہ عبادت و پوجا کی جانے والی تصویر تو نہیں تھی، کیا کوئی مسلمان اس

بات کا قائل ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پردے کی یہ تصاویر پوجا کے لیے تھیں؟ نہیں! بل کہ یہ بھی محض زینت وخوب صورتی کے لیے تھیں، مگر اس کے باوجود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گوارا نہیں کیا؛ بل کہ اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا، جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔

کیا یہ دلیل اس بات کے لیے کافی نہیں کہ عبادت کی جائے یا نہ کی جائے، تصویر کا رکھنا ناجائز ہے اور زیب وزینت اور خوب صورتی کے لیے بھی تصاویر کا رکھنا اسلام میں جائز نہیں اور یہ کہ صرف عبادت کی جانے والی تصاویر کو حرام کہنا صحیح نہیں۔

کیا ٹی-وی کی تصاویر پامال ہیں؟

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ٹی-وی کی تصاویر پامال تصاویر کے حکم میں ہیں؛ کیوں کہ ان تصاویر کو کوئی عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا؛ اس لیے حسبِ تصریحِ فقہا اس کی اجازت ہوگی۔

لیکن یہ بات ناقابلِ قبول ہے؛ کیوں کہ پامال تصاویر، فقہا ان کو کہتے ہیں، جن کو روندا جائے یا ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جائے، جو ان تصاویر کی توہین و تذلیل پر دلالت کرے اور احادیث میں بھی یہی بات ملتی ہے، کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی کا حکم دیا تھا اور حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی کے لیے فرمایا تھا، جیسا کہ ہم نے اوپر ان احادیث کا حوالہ دیا ہے۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی ابہام والتباس بھی نہیں کہ ٹی-وی کی تصاویر روندی نہیں جاتیں؛ بل کہ وہ پردے اور اسکرین (Screen) پر دکھائی

جاتیں ہیں، جس سے ان کی عظمتِ شان کا مظاہرہ ہوتا ہے، اگر چہ کہ ان کو عظمت سے نہ دیکھا جائے، مگر اس سے مسئلے میں کوئی فرق نہیں آتا، کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے پر جو تصویر لٹکائی تھی، عظمت کی وجہ سے انہوں نے لٹکائی تھی؟ اور کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو منع کیا، وہ صرف اس لیے منع کیا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصویر کو عظمت سے لٹکایا تھا؟ کیا یہ دعویٰ کرنا صحیح ہوگا؟ ہر گز نہیں! کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی کیسے یہ امید کرسکتا ہے کہ انہوں نے تصویر کو عظمت کی بنا پر لٹکایا تھا، مگر اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پامال تصاویر کا مطلب یہ نہیں کہ عظمت نہ کی جائے؛ بل کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا رویہ بھی اختیار نہ کیا جائے، جس سے ان کی عظمت ظاہر ہوتی ہو اور غور کیجیے کہ کیا ٹی-وی کی تصاویر میں ان کی عظمت کا پہلو 'علی وجہ الاتم' موجود نہیں ہے؟ اور کیا اس کی تصاویر کو شان و شوکت سے دکھایا نہیں جاتا؟ اور کیا اس رویے اور سلوک سے ان کی شان ظاہر نہیں ہوتی؟ پھر کس طرح یہ بات صحیح ہوسکتی ہے کہ ٹی-وی کی تصاویر پامال تصاویر ہیں؟

کیا ٹی-وی کی صورتیں عکس ہیں؟

جو علما ٹی-وی کی صورتوں کو تصاویر نہیں بل کہ عکس مانتے ہیں، ان میں تین قسم کے لوگ ہیں، ایک: وہ جو ٹی-وی کی صورتوں کو کیمرے کی تصویر پر قیاس کرتے ہیں، دوسرے: وہ جو ٹی-وی کی تصویر کو مطلقاً ''برقی ذرات'' سے بنا ہوا ایک عکس مانتے ہیں اور تیسرے: وہ ہیں، جو اس میں تفصیل کرتے ہیں اور راست نشریہ کو عکس اور بالواسطہ نشریہ کو تصویر کے حکم میں مانتے ہیں۔ اب ہم یہاں پر ان میں سے ہر ایک کا جائزہ لیتے ہیں۔

ٹی-وی اور کیمرے کی تصویر

ان میں سے بعض نے ٹی-وی کی صورتوں کو کیمرے کی تصویر مان کر، اس کو آئینہ یا پانی کے عکس کے مشابہ قرار دیا ہے اور اس بنا پر ان کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، اور اس کے جواز کے لیے بہت سے علما کی طرف جواز کا قول منسوب کیا ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں۔

ایک تو اس لیے کہ کیمرے کی تصویر کو پانی کے عکس کی طرح ماننا بداھۃً غلط ہے؛ کیوں کہ پانی یا آئینے کا عکس اولاً تو ناپائے دار ہوتا ہے؛ جب تک شے ان کے مقابل ہے، اس وقت تک وہ نظر آتا ہے اور جب ان کے سامنے سے وہ شے ہٹالی جائے، تو اس کا عکس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے برخلاف ٹی-وی کی صورتیں اس قبیل سے نہیں ہیں؛ لہٰذا مطلقاً ٹی-وی کی تصویر کو عکس قرار دے کر اس کو جائز کہنا صحیح نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل ہم عنقریب بیان کریں گے۔

دوسرے اس لیے کہ کیمرے کی تصویر کو بھی اکثر علما نے ناجائز ہی کہا ہے اور جمہور کی طرف سے جواز کے قائلین کے استدلالات کا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے، اس لیے ان کے قول یا فتوے سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ پھر ان میں سے بعض بڑی شخصیات نے اپنے فتوے سے رجوع بھی کر لیا ہے، جیسے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ رحمہم اللہ۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالے " **کشف السجاف عن وجه فوتوغراف** " میں اس قسم کے دلائل کا مفصل جائزہ لیا ہے، اس میں کیمرے کی تصویر کو عکس قرار دینے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ فوٹو گرافی درحقیقت عکاسی

ہے، جس طرح آئینہ، پانی اور دوسری شفاف چیزوں پر عکس اُتر آتا ہے اور اس کو گناہ نہیں سمجھتا اسی طرح فوٹو کے شیشے پر مقابل کا عکس اُتر آتا ہے اور اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا، اسی طرح فوٹو کے شیشے پر مقابل کا عکس اُتر آتا ہے اور فرق صرف یہ ہے کہ آئینے وغیرہ کا عکس پائے دار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے، ورنہ فوٹو گرافر اعضا کی تخلیق وتکوین نہیں کرتا، اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے فوٹو کی تصویر کو آئینہ، پانی وغیرہ کے عکس پر قیاس کیا ہے، یعنی جس طرح آئینے کے عکس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ایسے ہی فوٹو کی تصویر بھی ایک عکس ہے، پھر اس کو کیوں حرام کیا جائے؟

لیکن اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو واضح ہوجائے گا کہ یہ قیاس اصولِ قیاس کے قطعاً خلاف ہے اور ایک عالم کی شان اس سے بہت اعلیٰ ہونی چاہیے کہ وہ ایسی ظاہر الفرق چیزوں میں فرق نہ کرے اور ایک پر دوسرے کا حکم نافذ کردے، فوٹو کی تصویر اور آئینے وغیرہ کے عکس میں چند نمایاں فرق ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- سب سے بڑا فرق تو یہی ہے، جس کو خود یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہوئے ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ آئینے وغیرہ کا عکس قائم اور پائے دار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کرلیا جاتا ہے۔

مگر وہ اس فرق کو قلیل سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہتے ہیں؛ حال آں کہ یہی فرق تصویر اور عکس میں ما بہ الامتیاز ہے، عکس جس وقت تک مسالہ لگا کر پائے دار نہ کرلیا جائے، اس وقت تک وہ عکس ہے اور جب اس کو مسالے کے ذریعے سے پائے دار اور قائم کرلیا جائے، وہی عکس عکس کی حدود سے نکل کر تصویر بن جاتا ہے؛ کیوں کہ عکس، صاحبِ عکس کا ایک عرض ہے، جو اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ آئینہ،

پانی وغیرہ میں جب تک کہ ذی عکس ان کے مقابل رہتا ہے، اس وقت تک عکس باقی رہتا ہے اور جب وہ ان کے محاذات سے ہٹ جائے، تو عکس بھی اس کے ساتھ چل دیتا ہے۔ دھوپ میں آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اس کا عکس زمین پر پڑتا ہے، مگر اس کا وجود آدمی کے تابع ہوتا ہے، جس طرف یہ چلتا ہے عکس بھی اس کے ساتھ چلتا ہے، زمین کے کسی خاص حصے پر اس کا قائم اور پائے دار ہونا، اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی مسالے یا نقش اور رنگ کے ذریعے سے اس سے اس کی تصویر نہ کھینچ لی جائے۔

حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک کہ مسالے وغیرہ کے ذریعے سے پائے دار نہ کر لیا جائے، اس وقت تک وہ عکس ہے اور جب اس کو کسی طریقے سے قائم و پائے دار کر لیا جائے، تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔

اور عکس جب تک عکس ہے، نہ شرعاً اس میں کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت، خواہ وہ آئینہ، پانی یا کسی اور شفاف چیز پر ہو یا فوٹو کے شیشے پر اور جب وہ اپنی حد سے گزر کر تصویر کی صورت اختیار کرے گا، خواہ وہ مسالے کے ذریعے سے ہو یا خطوط و نقوش کے ذریعے سے اور خواہ یہ فوٹو کے شیشے پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر، اس کے سارے احکام وہی ہوں گے، جو تصویر کے متعلق ہیں۔

غرض یہ کہ مسالہ لگا کر پائے دار کرنے سے پہلے پہلے، صورت کا عکس فوٹو کے شیشے پر بھی ایسا ہی حلال اور جائز ہے جیسے آئینہ، پانی وغیرہ میں اور مسالہ لگا کر آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر بھی عکس کو پائے دار کر لینا ایسا ہی حرام و ناجائز ہے، جیسا کہ فوٹو کے آئینے پر۔

آج اگر کوئی مسالہ ایسا ایجاد کیا جائے کہ جب اس کو آئینے پر لگایا جائے، تو اس کے مقابل صورت اس میں قائم ہو جائے یا کوئی شخص اسی صورت کو قلم وغیرہ سے آئینے پر نقش کر دے، تو یقیناً اس آئینے کی صورت کا وہی حکم ہوگا، جو تمام تصاویر کا ہے۔

۲- دوسرا فرق آئینے وغیرہ کے عکس اور فوٹو کی تصویر میں یہ بھی ہے کہ آئینے کے عکس میں مشابہتِ کفار لازم نہیں آتی اور فوٹو میں لازم آتی ہے یا پانی وغیرہ میں چہرہ دیکھنا کفار کا خاص شعار نہیں؛ بل کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے اور فوٹو کا دیواروں وغیرہ میں لگانا عموماً کیتھولک اور دیگر تصاویر پرست فرقۂ کفار کے عمل کے مشابہ ہے۔

۳- ایک فرق یہ بھی ہے کہ عرف میں آئینے وغیرہ کے عکس کو کوئی تصویر نہیں کہتا اور فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے؛ اس لیے فوٹو کے احکام تصویر کے احکام ہونا چاہیے نہ عکسِ آئینہ کے۔

یہ تین نمایاں فرق ہیں جو فوٹو کی تصویر کو آئینے وغیرہ کے عکس سے ممتاز کر دیتے ہیں؛ اس لیے فوٹو کی تصویر کو آئینے کے عکس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا، جو شرعاً وعقلاً مردود ہے۔(۱)

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ کیمرے کی تصویر بھی اسلام میں ناجائز ہے، جس طرح کہ وہ تصویر جو ہاتھ سے بنائی جاتی ہے اور جب ان کا حرام ہونا ثابت ہوگیا تو ٹی-وی کی تصاویر کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ وہ بھی ناجائز ہیں؛ کیوں کہ ٹی-وی کی تصاویر کو بھی اسی دلیل سے جائز کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس کی بنیاد پر کیمرے کی تصاویر کو جائز قرار دینے کی کوشش کی گئی تھی اور اس دلیل کا حشر دیکھ لیا گیا اور جواز کی کوئی اور دلیل ہے نہیں، اس لیے یہ بھی ناجائز ہے۔

ٹی-وی اور برقی ذرات

جو حضرات ٹی-وی کی صورتوں کو مطلقاً (خواہ بہ راہِ راست نشر کی جائیں یا

---

(۱) آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام: ۱۴۱-۱۴۴

بالواسطہ نشر کی جائیں) عکس مانتے ہیں اور ان صورتوں کو ''برقی ذرات'' کا ایک مرتب مجموعہ قرار دیتے ہیں، وہ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ٹی-وی'' کے پردے پر محض ''برقی ذرات'' کا ایک تسلسل ہوتا ہے، جو دیکھنے والے کی آنکھوں کو تصویر کی شکل میں نظر آتا ہے، ورنہ وہاں حقیقت میں کوئی تصویر نہیں ہوتی، ان حضرات نے اس قسم کی تصاویر کو پانی اور آئینے کے عکس پر قیاس کیا ہے، کہ جس طرح یہ جائز ہے، اسی طرح ٹی-وی کی تصویر بھی 'عکس' ہونے کی وجہ سے جائز ہونا چاہیے۔

مباشر و غیر مباشر پروگرام کا حکم؟

اور جو حضرات ٹی-وی کے پرگرموں میں مباشر و غیر مباشر کی تفریق کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ مباشر پروگرام میں چوں کہ پہلے سے کوئی فلم اور نگیٹیو (Nagetive) نہیں بنائی جاتی؛ اس لیے اس پر دکھائی دینے والی تصاویر عکس کے حکم میں ہیں اور غیر مباشر پروگرام میں چوں کہ اولاً فلم اور نگیٹیو بنائی جاتی ہے، پھر اسی کی مدد سے پروگرام نشر کیا جاتا ہے؛ اس لیے ٹی-وی کی صورتوں کو بھی اسی کا حکم دیتے ہوئے تصاویر قرار دیا جائے گا۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی زید مجدہم نے لکھا ہے کہ

> ''ٹی-وی پر ذی روح کی تصویر اگر نگیٹیو لینے کے بعد اس کے ذریعے نشر کی جائے، تب تو اس کا حکم تصویر کا ہے اور اگر براہِ راست اس طرح ٹیلی کاسٹ (Tele cast) کیا جائے کہ فلم بنائی ہی نہ جائے، تو یہ عکس ہے اور اس وقت درست ہے، جب کسی خاتون کو سامنے نہ لایا جائے اور نہ غیر اخلاقی مقاصد کے لیے اس کا استعمال کیا جائے''۔(۱)

---

(۱) جدید فقہی مسائل:۱/۳۵۰

مذکورہ دلائل کا جائزہ

مگر یہ بات ایک اندازے و تخمینے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور تحقیق کے عمل سے گزرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ٹی-وی کی صورتوں کو محض عکس قرار دینا یا اس کے مباشر و غیر مباشر پروگراموں میں فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کی تفصیل و تحقیق یہ ہے کہ ٹی-وی پر جو بھی پروگرام نشر کیا جاتا ہے، یہ کیمرے (Camera) ہی کی مدد سے کیا جاتا ہے اور کیمرا ٹی-وی کی صنعت کاری کے لیے سب سے زیادہ اہم خدمت گار کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ کیمرے وہی ہوتے ہیں، جو عام سٹوڈیو (Studio) میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

آر. آر. گلاٹی نے (جو "ٹیلی ویژن انجینیر نگ" کے موضوع پر متعدد کتابوں کا مصنف ہے) اس سلسلے میں لکھا ہے:

The studio camera is the work-horse of the television industry .

Modern Television Practice,P :33

ترجمہ: کہ اسٹوڈیو میں استعمال ہونے والا کیمرا، ٹیلی ویژن صنعت کے لیے بہت زیادہ معین و مددگار اور اہم ہے۔

اور یہ کیمرا پہلے کسی بھی منظر کو (جسے ٹی-وی پر لانا ہوتا ہے) (Lens) کے ذریعے اپنے اندر اُتارتا ہے اور بالکل اسی طرح، جیسے عام فلم میں الٹی تصویر (Inverted image) اُتاری جاتی ہے، پھر کیمرے میں موجود اس تصویر کو ایک دوسرے عمل سے گذارا جاتا ہے، جس کو (scanning process) کہا جاتا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ کیمرے کی تصویر کو ایک ٹیوب کی مدد سے "برقی ذرات" (Electical signals) یا 'برقی لہروں' میں تبدیل کیا جاتا ہے،

کیوں کہ ٹی-وی کے پردے پر کیمرے کی تصویر براہِ راست منتقل نہیں ہو سکتی، اس لیے اس تصویر کو اس قابل بنانے کے لیے کہ وہ ٹی-وی کے پردے پر نظر آسکے، ضروری ہے کہ اس کو ''برقی ذرات'' میں تبدیل کیا جائے اور یہ عمل بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اس طور پر ہوتا ہے کہ تصویر کا ایک ایک جز ٹی-وی کی اسکرین پر ''برقی ذرے'' کی شکل میں منتقل ہوتا ہے اور یہ تمام برقی اجزامل کر ایک مکمل تصویر معلوم ہوتے ہیں اور یہ عمل ایک سکنڈ میں کئی کئی دفعہ دہرایا جاتا ہے تاکہ وہ تصویر اس قابل بن جائے کہ نظر آسکے۔

یہ تفصیل ہم نے متعدد ''ٹیلی ویژن انجینئرنگ'' کی کتابوں سے لی ہے؛ آر.آر. گلاٹی کی (Modern Television Practice) اور اسی مصنف کی دوسری کتاب (Television Monochrome and Color) اور آروند، یم ڈھاکے کی (Television engineering) ان تمام کتابوں میں یہ تفصیل موجود ہے، اب اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱- ایک تو اس بات پر کہ ٹیلی ویژن کے پردے پر نظر آنے والے مناظر دو مرحلوں سے گزارے جاتے ہیں، ایک مرحلے میں وہ کیمرے میں تصویر کی شکل میں اُتارے جاتے ہیں اور دوسرے مرحلے میں ان کو (scanning) کے ذریعے برقی ذرات میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

۲- دوسرے اس بات پر کہ یہ (scanning) کا کام نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک سکنڈ میں متعدد دفعہ اس مرحلے سے تصویر کو گزارا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ تصویر کا کیمرے میں اُتارا جانا محسوس نہ کیا جائے۔

۳- ایک بات یہ بھی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ''ٹیلی ویژن'' کے لیے

استعمال کیے جانے والے کیمرے اسی قسم کے ہوتے ہیں، جو ''اسٹوڈیو'' میں استعمال کیے جاتے ہیں اور وہی کام بھی وہ انجام دیتے ہیں جو ''اسٹوڈیو'' کے کیمروں کا کام ہے۔

۴-ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ان کیمروں کے ذریعے جو تصویر لی جاتی ہے، وہ فلم کی طرح اُلٹی ہوتی ہے، جس کو اسکیان (Scan) کر کے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ منظر کشی کے کام آئے۔

یہ تمام امور وہ ہیں، جو اوپر دی ہوئی تفصیلات سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں اور ''ٹیلی ویژن ٹکنالوجی'' سے متعلق کتابوں میں مذکور ہیں، اب اس پر غور کیجیے کہ جو صورتیں ٹی-وی کے پردے پر ظاہر ہوتی ہیں، وہ بہ ہر صورت ''ٹی-وی کیمرے'' کی مدد اور اس کے واسطے ہی سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ کیمرے اولاً منظر اور سین (Seen) کی اُلٹی تصویر (Inverted image) اُتارتے ہیں، پھر اسکیاننگ (scanning) کے ذریعے اس کو ''برقی ذرات'' میں تبدیل کر کے اس کا ''سیدھا عکس'' پردے پر اُبھارا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کیمرے میں اُتاری جانے والی تصویر محض عکس نہیں ہوتا؛ بل کہ وہ تصویر ہوتی ہے؛ کیوں کہ وہ بھی اگر ''عکس'' ہی ہوتا، تو پھر اس کو اسکیاننگ (scanning) کا واسطہ بنانے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی؛ بل کہ سین اور منظر کو اس کے بغیر ہی اسکیان کر کے پردے پر لایا جا سکتا، مگر ایسا نہیں ہے؛ بل کہ تصویر کو اسکیاننگ کا واسطہ بنایا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ کیمرے میں محض برقی ذرات نہیں؛ بل کہ تصویر ہوتی ہے، جس کو اسکیان کیا جاتا ہے۔

اس وضاحت سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ ٹی-وی کے پردے پر نظر آنے والی ہر صورت دراصل ''کیمرے کی تصویر'' کا عکس ہوتا ہے، مگر یہ عکس، تصویر کے ذریعے

حاصل کیا جاتا ہے؛ اس لیے جو حکم ذریعے کا ہوگا، وہی اس سے حاصل ہونے والی چیز کا بھی ہوگا؛ اسی لیے بہ اتفاق علما یہ بات طے ہے کہ "فلم" کی تصویر حرام ہے؛ کیوں کہ فلم بھی اگرچہ کہ پردے پر نظر آنے والی صورت کے لحاظ سے عکس ہے، مگر اس لحاظ سے کہ اولاً کیمرے میں اس کی تصویر اُتاری جاتی ہے اور اسی تصویر کو اس فلم کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، وہ تصویر کے حکم میں ہے؛ اس لیے علما نے اس کو حرام قرار دیا ہے؛ لہٰذا ٹی-وی کے پردے پر اُبھرنے والی صورت بھی اسی کے مثل ہے، اس لیے یہ بھی تصویر ہی ہے اور اس لیے ناجائز ہے۔

ٹی-وی کی صورتوں کو عکس قرار دینا صحیح نہیں

اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ٹی-وی پر پروگرام خواہ براہِ راست نشر کیا جائے یا بالواسطہ نشر کیا جائے، ہر صورت میں کیمرے کی تصویر اس کے لیے لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی پروگرام نشر نہیں کیا جا سکتا؛ اس لیے جس طرح فلم کی تصویر کو علما نے اس وجہ سے ناجائز کہا ہے کہ یہ تصویر اور نگیٹیو کے واسطے سے نشر کی جاتی ہے اور تصویر ہی کے حکم میں ہے، اسی طرح ٹی-وی کی صورت کو بھی تصویر ہی کے حکم میں مانا جائے گا۔

مباشر و غیر مباشر پروگرام میں فرق؟

اب رہا یہ سوال کہ اگر تصویر ہر صورت میں لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی پروگرام نشر نہیں کیا جا سکتا، تو پھر مباشر اور غیر مباشر پروگرام میں کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مباشر (Indirect) نشر ہونے والے پروگرام میں کیمرے کی تصویر کو نگیٹیو کی شکل میں محفوظ کرلیا جاتا ہے اور مباشر (Direct) نشر ہونے والے پروگرام میں اس تصویر کو محفوظ نہیں رکھا جاتا۔ مگر اس سے اصل مسئلے پر

کوئی خاص اثر نہیں پڑتا؛ کیوں کہ محفوظ ہونے اور محفوظ رہنے میں کوئی فرق مسئلے کے لحاظ سے نہیں ہے؛ اس لیے کہ تصویر کیمرے میں ایک منٹ کے لیے اتاری جائے یا ایک گھنٹے کے لیے یا اس سے کم یا زیادہ وقت کے لیے، حکم کے لحاظ سے اس میں کوئی فرق نہیں۔ بہ ہر حال! دونوں باتیں نا جائز ہیں اور علما نے تصریح کی ہے کہ تصویر سازی مطلقاً حرام ہے۔

غرض یہ کہ ٹی-وی کی صورتیں تصویر ہی کے حکم میں ہیں، خواہ نگیٹیو (Negative) لینے کے بعد نشر کی جائیں یا بغیر اس کے راست طور پر نشر کی جائیں۔ الحاصل ٹی-وی کے پردے پر آنے والی صورتیں محض عکس نہیں؛ بل کہ یہ تصاویر ہیں، جن کا بنانا اور دیکھنا حرام و نا جائز ہے۔

تصویر ہونے کی واضح دلیل

اوپر کی تفصیل سے ایک بات واضح ہوگئی، وہ یہ کہ ٹی-وی کے کیمرے سے جو تصویر اُتاری جاتی ہے، وہ مباشر و غیر مباشر دونوں ہی قسم کے پروگراموں میں محفوظ ہوتی ہے، فرق صرف بعد میں اس کے محفوظ رکھنے اور نہ رکھنے کا ہے کہ غیر مباشر میں کیمرے سے تصویر کو نگیٹیو کی شکل میں محفوظ رکھا جاتا ہے اور مباشر میں محفوظ نہیں رکھا جاتا اور اس کی دلیل کہ "ہر پروگرام محفوظ ہوتا ہے"، یہ ہے کہ راست نشریہ میں بھی بسا اوقات کسی مصلحت و ضرورت سے دوبارہ اسی منظر کو دکھایا جاتا ہے؛ یعنی (replay) کیا جاتا ہے، اگر راست نشر ہونے والا پروگرام محفوظ نہ ہوتا، تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ اسی پہلے منظر کو دوبارہ نشر کیا جائے؟

میں نے متعدد لوگوں سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کیں اور سب نے یہ بتایا کہ میچ (Match) وغیرہ بعض راست نشریوں میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی

ضرورت یا مصلحت سے دوبارہ پہلے منظر کو لوٹایا جاتا ہے، مثلاً: کسی کھلاڑی کے ناکام ہونے کی وجوہات واسباب پر روشنی ڈالنے کے لیے دوبارہ گزرا ہوا منظر دکھایا جاتا ہے ، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ راست نشر کیے جانے والے پروگرام بھی محفوظ ہوتے ہیں، ورنہ اس کا کوئی امکان نہیں کہ آنے جانے والے عکس کو دوبارہ نشر کیا جا سکے، اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے، جو ٹی-وی کی صورتوں کو راست نشریہ کی صورت میں عکس مانتے ہیں؛ کیوں کہ عکس، منظر کے سامنے نہ ہونے کی صورت میں دکھائی نہیں دیتا، مگر یہاں تو دکھائی دے رہا ہے، پھر کیسے وہ عکس ہو گیا؟

دوسری دلیل

نیز ایک اور دلیل ٹی-وی کی صورتوں کے تصویر ہونے کی یہ ہے کہ عرفِ عام میں اس کو تصویر ہی کہا اور مانا جاتا ہے، اسی طرح ٹی-وی کی ٹکنالوجی پر لکھی گئی کتابوں میں بھی اس کو عام طور پر (picture) یعنی ''تصویر'' ہی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے اور ایسے معاملات میں عرف بھی ایک دلیل کا کام کرتا ہے؛ چناں چہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے کیمرے کی تصویر کے عکس نہ ہونے اور تصویر ہونے پر ایک استدلال یہ بھی کیا ہے، آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

> ''عرف میں آئینے وغیرہ کے عکس کو کوئی تصویر نہیں کہتا اور فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے؛ اس لیے فوٹو کے احکام، تصویر کے احکام ہونا چاہیے نہ عکسِ آئینہ کے''۔(۱)

معلوم ہوا کہ عرف بھی اس سلسلے میں ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور حضراتِ علما نے اس سے استدلال کیا ہے؛ لہٰذا اس اصول پر اگر ٹی-وی کی صورتوں کو پرکھا

---

(۱) آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام: ۱۴۱ - ۱۴۴

اور دیکھا جائے ،تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صورتیں بھی تصویر ہی ہیں ؛ کیوں کہ عرفِ عام میں سب لوگ اس کو تصویر ہی کہتے اور سمجھتے ہیں۔

مفتی تقی عثمانی زید مجدہٗ کے نظریے کا جائزہ

اس موقعے پر یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی اسی نظریے کو اختیار کیا ہے کہ ٹی-وی کی صورتیں براہِ راست نشر ہونے کی شکل میں عکس کے حکم میں ہیں اور فلم بنانے کے بعد اس کے واسطے سے نشر ہونے کی صورت میں تصویر کے حکم میں ہیں اور اسی بنیاد پر آپ نے راست پروگرام کو جائز اور اس کی صورتوں کو تصویر سے خارج قرار دیا ہے اور فلم کے ذریعے نشر کیے جانے والے پروگرام کو نا جائز اور ان صورتوں کو تصویر کے حکم میں قرار دیا ہے۔

چناں چہ آپ نے " تکملة فتح الملهم " میں یہ سوال قائم کرتے ہوئے کہ کیا ٹی-وی کو تصویر کی بنا پر حرام قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ

" فإن لهذا العبد الضعيف فيه وقفة وذلک لأن الصورة المحرمة ما كانت منقوشة أو منحوتة بحيث يصح لها صفة الاستقرار علٰى شيء وهي الصورة التي كان الكفار يستعملونها للعبادة ، أما الصورة التي ليس لها ثبات واستقرار وليست منقوشة علٰى شيء بصفة دائمة فأنها بالظل أشبه منها بالصورة، ويبدو أن صورة التلفزيون والفيديو لا تستقر علٰى شيء في مرحلة من المراحل إلا إذا كان في صورة " فيلم". فإن كانت صور

الإنسان حية بحيث تبدو علىٰ الشاشة في نفس الوقت الذي يظهر فيه الإنسان أمام الكيمرا ، فإن الصورة لاتستقر علىٰ الكيمرا ولا علىٰ الشاشة ، وإنما هي أجزاء كهربائية تنتقل من الكيمرا إلىٰ الشاشة و تظهر عليها بترتيبها الأصلي ثم تفني و تزول".

ترجمہ: ''اس عبدِ ضعیف کو اس میں توقف ہے اور یہ اس لیے کہ حرام تصویر تو وہ ہے، جو نقش کی گئی ہو یا تراشی گئی ہو، اس طرح کہ وہ کسی چیز پر ثابت و محفوظ ہو اور وہ ایسی تصویر ہے، جس کو کفار عبادت کے لیے استعمال کیا کرتے تھے، رہی وہ تصویر، جس کو قرار و ثبات نہیں ہے اور وہ علی صفۃ الدوام کسی شے پر منقوش نہیں ہے، تو وہ تصویر سے زیادہ عکس کے مشابہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ''ٹیلی ویژن'' اور ''ویڈیو'' کی تصاویر کسی بھی مرحلے میں ثابت و مستقر نہیں ہوتیں، مگر اس وقت جب کہ فلم کی شکل میں ہوں، پس اگر انسانوں کی تصاویر اس طرح راست نشر ہوں کہ وہ پردے پر اسی وقت میں ظاہر ہوں، جس وقت انسان کیمرے کے سامنے ظاہر ہو، تو وہ صورت نہ تو کیمرے میں مستقر و محفوظ ہوتی ہے اور نہ پردے پر ثابت ہوتی ہے، بس وہ تو برقی ذرات ہیں، جو کیمرے سے اسکرین کی جانب منتقل ہوتے ہیں اور پردے پر اپنی اصلی ترتیب کے مطابق ظاہر ہوتے اور پھر فنا و زائل ہو جاتے ہیں''۔(۱)

اور درسِ ترمذی میں آپ نے ٹی-وی پر پیش کیے جانے والے پروگراموں کو

---

(۱) تکملة فتح الملهم: ۱۶۴/۴

تین قسموں پر تقسیم کیا ہے:

۱- پہلے تصویر بنائی جائے اور پھر اس کو ٹی-وی پر پیش کیا جائے، یہ ناجائز ہے۔

۲- جس میں فلم کا واسطہ نہ ہو؛ بل کہ وہ براہِ راست ٹیلی کاسٹ (Tele Cast) کی جائے، یہ عکس ہے، اس کو تصویر قرار دینے میں آپ کو تامل ہے؛ بل کہ آپ اس کو تصویر کے حکم سے خارج مانتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ عکس کسی جگہ پر ثابت اور مستقر علی صفۃ الدوام نہیں ہے اور تصویر وہی ہے، جو علی سبیل الدوام ثابت و مستقر ہو۔

۳- ویڈیو کیسٹ (Video Casset) کے ذریعے دکھایا جائے، یہ بھی عکس ہے، اس کو بھی تصویر قرار دینا مشکل ہے۔

اور آپ نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جو چیز ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی ہے، وہ صورت نہیں ہوتی؛ بل کہ وہ برقی ذرات ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر ویڈیو کیسٹ کی ریل کو خوردبین لگا کر بھی دیکھا جائے، تو اس میں تصویر نظر نہیں آتی۔(۱)

مگر احقر کو حضرت مولانا دامت برکاتہم کے اس کلام میں کئی وجہ سے کلام ہے، جس کو میں یہاں بالترتیب پیش کرتا ہوں اور میں حضرت والا کی خدمت میں باادب یہ گزارش کرتا ہوں کہ اپنی اس رائے پر نظر ثانی فرمائیں:

۱- ایک تو اس وجہ سے کہ مولانا محترم نے جو یہ فرمایا کہ ''حرام تصویر وہ ہے، جو منقوش (نقش کی ہوئی) ہو یا منحوت (تراشی ہوئی) ہو'' اس میں آپ نے ممنوع تصویر کو صرف دو صورتوں میں منحصر کر دیا ہے؛ حال آں کہ بات ایسی نہیں ہے؛ کیوں کہ منقوش و منحوت کے ساتھ وہ تصویر بھی ناجائز ہے، جو مدہون (رنگ کی ہوئی) یا منقور (کھدی ہوئی) ہو یا منسوج (بُنی ہوئی) ہو؛ چناں چہ امام ابن حجر

(۱) دیکھو: درسِ ترمذی: ۵/۳۵۱-۳۵۲

رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ

ویستفاد منه أنه لا فرق بین أن تکون الصورة لها ظل أو لا، ولا بین أن تکون مدهونة أو منقوشة أو منقورة أو منسوجة .(۱)

معلوم ہوا کہ صرف دو ہی صورتوں میں حرام تصویر منحصر نہیں ہے؛ بل کہ اس کی اور بھی شکلیں علما نے بیان کی ہیں؛ اس لیے صرف دو شکلوں میں حرام تصویر کو منحصر کرنا صحیح نہیں، الا یہ کہ ہم مولانا موصوف کے کلام میں تاویل سے کام لیتے ہوئے یوں کہیں کہ مولانا نے منقوش کے لفظ سے ان ساری شکلوں کو مراد لیا ہے۔ (واللہ أعلم)

۲ – دوسرے اس وجہ سے کہ مولانا موصوف نے فرمایا کہ ’’یہی منقوش و منحوت تصاویر ہیں، جن کو کفار عبادت کے لیے استعمال کرتے تھے؛ اس لیے ممنوع وہی تصویر ہوگی، جو منحوت یا منقوش ہو‘‘ مگر یہ بات بھی محلِ نظر ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے کفار تو صرف منحوت (تراشے ہوئے بت) کی پوجا کرتے تھے، اُس دور میں منقوش کی پوجا نہیں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے مصری علما اور بعض دیگر حضرات نے کیمرے کی تصویر کے بارے میں جواز کا قول کہا ہے کہ اُس دور میں کفار اس قسم کی تصویر کی پوجا نہیں کرتے تھے؛ بل کہ وہ تو ہاتھوں سے بت تراش کر، ان کی عبادت کرتے تھے۔ ہاں! بعد کے ادوار میں کفار میں اور بالخصوص ہندی اقوام میں اس کا بھی رواج ہوگیا کہ نقش کی ہوئی اور کیمرے سے لی گئی تصاویر کی بھی عبادت کرنے لگے۔

پس اگر مولانا کا منشا اس عبارت سے یہ ہے کہ اُس دور میں کفار جس تصویر کی عبادت کرتے تھے، حرام صرف اسی قسم کی تصویر ہے، تو اُس دور میں صرف تراشیدہ

(۱) فتح الباري: ۱۰/۳۹۰

بت پوجے جاتے تھے اور نقش کی ہوئی تصاویر کی پوجا نہیں کی جاتی تھی؛ اس لیے صرف تراشیدہ تصویر ہی حرام ہونا چاہیے؛ حال آں کہ یہ بات جمہور علما کے خلاف ہے اور خود حضرت مولانا بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ غیر اللہ کی عبادت و پرستش کا ذریعہ بننے والی تصویر حرام ہے، خواہ وہ منحوت ہو یا منقوش ہو، تب تو یہ بات صحیح ہے؛ لیکن تصاویر کو صرف دو شکلوں میں منحصر کرنے کی بات غلط ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ جس طرح کسی زمانے میں تراشیدہ بت شرک کا ذریعہ بنے ہوئے تھے اور اس لیے تصویر کو حرام قرار دیا گیا، اسی طرح بعد میں منقوش تصویر بھی ذریعۂ شرک بن گئی اور یہ بھی خارج از امکان نہیں ہے کہ ٹی-وی کی صورتوں کو بھی کفار ذریعۂ بت پرستی بنالیں؛ لہٰذا اس کو اس سے خارج قرار دینے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

دوسرے علاقوں کا حال تو مجھے نہیں معلوم، البتہ ہمارے یہاں آج کل کفار نے ایک ایسی شکل کو بھی ذریعۂ شرک بنالیا ہے کہ اس سے قبل اس کا شاید تصور بھی نہ کیا جا سکتا ہو، وہ یہ کہ بجلی کے قمقموں (لائٹوں) کو جوڑ کر اور ترتیب دے کر، اس سے بتوں اور باطل معبودوں کی شکل بناتے ہیں اور ان کو عیدوں میں (اپنی عادت کے مطابق) گلی کوچوں میں گھماتے ہیں، اس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر ان قمقموں کو الگ الگ کر کے دیکھا جائے، تو کوئی صورت نہیں ہوتی؛ بل کہ وہ تو صرف قمقمے ہوتے ہیں، ان کو یہ لوگ بالترتیب جوڑ دیتے ہیں، جس سے ایک شکل سی بن جاتی ہے، مگر اس کے باوجود میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عالم تو عالم، معمولی دین کا علم رکھنے والا بھی اس قسم کی تصویر کو جائز سمجھتا ہو۔

اس سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حرام تصویر جو پوجا کے لیے استعمال کی جاتی تھی، وہ کبھی تو صرف تراشیدہ بت تھے اور بعد میں نقش کی ہوئی اور کیمرے سے لی گئی

تصاویر بھی پوجی جانے لگیں؛ حال آں کہ اس سے قبل وہ پوجی نہیں جاتی تھیں، مگر علما نے ان کو بھی ناجائز ہی قرار دیا تھا۔ اسی طرح ابھی میں نے ہمارے علاقوں میں رائج شکل کا ذکر کیا ہے، اس سے قبل اس کا کوئی تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا؛ لیکن اب وہ بھی رائج ہے، مگر اس کے رواج سے قبل بھی اگر اس صورت وشکل کا سوال اُٹھایا جاتا، تو اس کو بھی حرام ہی کہا جاتا۔

اسی طرح ٹی-وی کے پردے پر آنے والی صورت کو یہ کہہ کر حرمت کے حکم سے کیوں کر خارج کیا جا سکتا ہے کہ یہ تصویریں کفار میں پوجی نہیں جاتی تھیں؟ آج اگر نہیں پوجی جاتیں، تو ہوسکتا ہے کہ کل ان کی بھی عبادت و پوجا کی جائے اور یہ بعید از امکان نہیں ہے۔ آج اس دورِ ترقی میں کیا کیا نہیں ہو رہا ہے، اگر ٹی-وی کو اس طرح مندروں اور کفار کی عید برات میں رکھا جائے کہ اس پر ان کے باطل خداؤں کی تصاویر آتی جائیں اور یہ مشرکین و کفار ان کی پوجا کرنے لگیں، تو کیا یہ ناممکن اور خارج از امکان ہے؟

کیا قادیانی فرقے کے لوگ اپنی عبادت گاہوں میں ٹی-وی رکھ کر اپنے امام کا خطبہ نہیں سن رہے ہیں اور اس کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھ رہے ہیں؟ اگر یہ ہوسکتا ہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کفار اپنی مندروں میں ٹی-وی کے ذریعے اپنے معبودانِ باطلہ کی پوجا و پرستش کا کوئی سلسلہ قائم کردیں۔

الغرض! تصویر خواہ فی الحال پوجی جاتی ہو یا اس کے پوجے جانے کا امکان ہو، دونوں ہی اسلام میں ناجائز ہیں؛ لہٰذا حضرت مولانا کا یہ فرمانا کہ ''صرف منحوت یا منقوش تصاویر ہی وہ ہیں، جن کی کفار عبادت کیا کرتے تھے، اس لیے ٹی-وی کی تصاویر اس قبیل کی نہیں، اس لیے یہ جائز ہیں'' خالی از اشکال نہیں؛ بل کہ قابلِ اشکال ہے۔

۳- تیسرے اس لیے کہ ہم نے اوپر یہ ثابت کیا ہے کہ ہر پروگرام میں ''ٹیلی ویژن'' ٹکنالوجی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ اولاً اس کو کیمرے میں اُتارا جائے اور پھر اس کو اسکرین پر دکھانے کے قابل بنانے کے واسطے'' الیکٹریکل سگنل'' (Electrical signal) میں تبدیل کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر تو وہاں بھی ضرور ہوتی ہے اور برقی کیمرے کے ذریعے ہی اس کو بھی لیا جاتا ہے اور خود مولانا موصوف بھی اس کے قائل ہیں کہ برقی کیمرے سے لی جانے والی تصویر بھی ممنوع تصویر ہی کے حکم میں ہے اور ہم نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ راست نشریہ میں بھی یہ تصویر محفوظ ہوتی ہے اور اسی لیے اس کا (Replay) کرنا ممکن ہوتا ہے۔

رہا حضرت مولانا کا یہ کہنا کہ'' ٹی-وی کی تصاویر علی صفۃ الدوام ثابت نہیں ہوتیں اور تصویر وہی ہے، جو علی صفۃ الدوام ثابت و مستقر ہو''، یہ بات صحیح نہیں ہے؛ بل کہ یوں کہنا چاہیے کہ'' تصویر وہ ہے، جس کا علی صفۃ الدوام ثابت رکھنا ممکن ہو، چاہے وہ ثابت رکھی جائے یا نہ رکھی جائے'' اور میں اوپر کہہ آیا ہوں کہ ٹی-وی کی تصویر اولاً کیمرے میں اُتاری جاتی ہے اور وہ محفوظ بھی ہوتی ہے اور اسی لیے اس کا (Replay) کرنا ممکن ہوتا ہے، پھر اس کو اسکیان (Scan) کیا جاتا ہے اور اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ ٹی-وی کے پردے پر نظر آسکے، پھر اس تصویر کو اگر باقی رکھنا چاہتے ہیں، تو اس کی فلم بنالی جاتی ہے اور اگر محفوظ نہ رکھنا چاہیں، تو اس کی فلم نہیں بنائی جاتی، مگر اس سے اس تصویر کے تصویر ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے؟

اگر مولانا کی یہ بات تسلیم کر لی جائے، تو اس سے وہ تمام تصاویر جائز ہو جانی چاہئیں، جو'' علی صفۃ الدوام'' نہ بنائی جائیں۔ مثلاً: ایک شخص تفریح میں جاتا ہے اور وہاں اپنی تصویر لیتا یا کھنچواتا ہے، مگر بعد میں اس کو ضائع کر دیتا ہے، تو کیا محض اس لیے کہ یہ'' علی صفۃ الدوام'' نہیں بنائی گئی، اس تصویر سازی کی اجازت دی جائے گی؟

نہیں! بل کہ یوں کہا جائے گا ''یہ بھی ناجائز ہے'' اور اس لیے ناجائز ہے کہ یہ اگر چہ 'علی صفة الدوام' نہیں بنائی گئی، مگر 'علی صفة الدوام' اس کا ثابت رکھنا ممکن ہے۔ اسی طرح ٹی-وی کی یہ تصاویر 'علی صفة الدوام' ثابت ومستقر نہ ہونے کے باوجود ان کا 'علی صفة الدوام' باقی وثابت رکھنا ممکن تو ہے؛ اس لیے یہ بھی ناجائز ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ ''کیمرے کی تصویر تو 'علی صفة الدوام' ہوتی ہی ہے؛ اس لیے وہ تو ناجائز ہے، مگر ٹی-وی کی تصاویر 'علی صفة الدوام' نہیں ہوتیں''، تو عرض ہے کہ یہ بات بہ جائے خود غلط ہے اور ہم نے اوپر اس کو ثابت کیا ہے کہ ٹی-وی کی ہر تصویر، جو اس کے کیمرے میں اُتاری جاتی ہے، وہ 'علی صفة الدوام' ہوتی ہے اور اسی لیے اس کا دوبارہ دکھانا ممکن ہوتا ہے۔ ہاں! اس کے بعد میں اس کو ثابت و باقی رکھنا یا نہ رکھنا یہ الگ بات ہے، اس لیے اس میں اور کیمرے کی تصویر میں بنیادی طور پر کوئی قابلِ لحاظ فرق نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا کو کسی چیز کے 'علی صفة الدوام' نہ ہونے اور 'علی صفة الدوام' باقی نہ رہنے میں اشتباہ ہوگیا، 'علی صفة الدوام' نہ ہونا تو یہ ہے کہ ''فی الحال اس میں ثابت و باقی رہنے کی صلاحیت نہ ہو، جیسے آئینے یا پانی کے عکس میں یہ بات نہیں ہوتی اور اسی لیے یہ عکس ہے اور جائز ہے''۔ اور 'علی صفة الدوام' باقی نہ رہنا یہ ہے کہ ''فی الحال تو اس میں باقی رہنے کی صفت ہے کہ اگر چاہے، تو اس کو باقی رکھا جا سکتا ہے، مگر باقی رکھا نہیں جاتا، مثلاً: ضائع کر دیا جاتا ہے، تو یہ عکس نہیں ہے؛ بل کہ تصویر ہے؛ کیوں کہ پائے دار ہے اور اس لیے یہ ناجائز ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دو باتیں نہ واقعے کے لحاظ سے یکساں ہیں اور نہ حکم کے لحاظ سے یکساں ہیں، مگر حضرت نے ان دونوں کو یکساں خیال فرمالیا، اس لیے ایک کا حکم دوسری جگہ بیان فرما دیا۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا کی یہ بات جمہور علما وفقہا کے بھی خلاف ہے کیوں کہ ''مالکیہ'' کے مشہور قول میں اور ''شافعیہ'' کے نزدیک ایسی تصویر بنانا بھی ناجائز ہے، جو 'علی صفۃ الدوام' نہ ہو، مثلاً: گوندھے ہوئے آٹے میں یا حلوے یا کسی پھل کے چھلکے وغیرہ میں اگر تصویر بنائی جائے، جو عام طور پر باقی نہیں رہتی، تو ان حضرات کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔

چناں چہ ''الموسوعة الفقهية'' میں ہے کہ

'' للمالكية قولان في الصور التي لا تتخذ للإبقاء كالتي تعمل من العجين، وأشهر القولين المنع ، وكذا نقلهما العدوي رحمہ اللہ ، وقال: إن القول بالجواز هو لأصبغ رحمہ اللہ ، و مثل له بما يصنع من عجين أو قشر بطيخ ، لأنه إذا نشف تقطع ، وعند الشافعية : يحرم صنعها و لا يحرم بيعها. ولم نجد عند غيرهم نصاً في ذلک''. (۱)

ترجمہ: مالکیہ کے ان تصاویر کے بارے میں دو قول ہیں، جو باقی رکھنے کے لیے نہ بنائی جائیں، جیسے وہ صورتیں، جو گوندھے ہوئے آٹے سے بنائی جاتی ہیں اور ان کا مشہور قول منع ہی کا ہے اور ان دونوں اقوال کو علامہ عدوی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے اور فرمایا کہ جواز کا قول امام اصبغ رحمہ اللہ کا ہے اور ایسی تصویر کی مثال یہ بیان کی جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے یا تربوز کے چھلکے سے بنائی جائے؛ کیوں کہ جب وہ سوکھ جاتا ہے، تو وہ تصویر ٹوٹ بھی جاتی ہے،

---

(۱) الموسوعة الفقهية: ۱۲/۱۱۱-۱۱۲

باقی نہیں رہتی اور ہم نے اس بارے میں ان حضرات کے علاوہ
دوسروں کی تصریح نہیں پائی۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ تصویر صرف وہی ناجائز نہیں ہے، جو 'علی صفۃ الدوام' بنائی جائے؛ بل کہ اگر 'علی صفۃ الدوام' نہ ہو، تب بھی مالکیہ کے مشہور قول میں اور شافعیہ کے نزدیک ''ناجائز'' ہے اور مالکیہ میں سے صرف امام اصبغ رحمۃ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور اگر چہ علمائے حنفیہ و حنابلہ کی اس سلسلے میں کوئی تصریح نہیں ملی؛ لیکن ان کے اصول پر بھی یہی بات ہونا چاہیے؛ کیوں کہ ان حضرات کے نزدیک بھی تصویر سازی مطلقاً حرام ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر علما کے حوالے اس سلسلے میں پیش کیے ہیں۔

الغرض! تصویر خواہ 'علی صفۃ الدوام' بنائی جائے یا 'علی صفۃ الدوام' نہ بنائی جائے بہ ہر صورت وہ ناجائز ہے۔

۴ – چوتھے اس وجہ سے کہ ویڈیو کی تصاویر کے بارے میں مولانا موصوف کا یہ کہنا کہ یہ تصاویر نہیں، کیوں کہ اس میں صورت محفوظ نہیں ہوتی؛ بل کہ برقی ذرات ہوتے ہیں، یہ بھی محلِ تأمل ہے۔

اس لیے کہ یہ دلیل اگر مان لی جائے، تو پھر کیمرے کی تصاویر کو بھی حرمت کے حکم سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیمرے میں بسا اوقات اس قدر باریک قسم کی تصاویر لی جاتی ہیں کہ صورت و شکل واضح نہیں ہوتی؛ بل کہ عام طور پر بھی جو تصاویر لی جاتی ہیں، ان کو کیمرے کی ریل (Reel) میں دیکھنا چاہیں، تو آنکھ و ناک کا کوئی نقشہ معلوم نہیں ہوتا اور مخصوص شخص کو پہچانا نہیں جاسکتا، تو کیا اس بنا پر (کم از کم نگیٹیو (Nagetive) کی حد تک) کیمرے کی تصاویر کو جائز قرار دیا جائے گا کہ کیمرے میں ان صورتوں کا کوئی واضح نقشہ نہیں محسوس ہوتا؟ کیوں کہ

حضرت مولانا کی اس دلیل سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ تصویر اسی وقت تصویر ہے، جب کہ اس کے آلے میں بھی وہ اسی طرح نظر آئے، جس طرح آلے سے باہر نظر آئے، حال آں کہ یہ بات خود ایک دعویٰ ہے، جو محتاجِ دلیل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۵- پانچویں اس لیے کہ اصل چیز جس کو دیکھنا ہے، وہ نتیجہ اور مقصد ہے، نہ کہ ذرائع و وسائل؛ کیوں کہ ذرائع و وسائل کچھ بھی ہوں، ان کی مستقل کوئی اہمیت نہیں، اصل یہ دیکھنا ہے کہ وہ چیز جو ان ذرائع سے حاصل کی جا رہی ہے، وہ کیا ہے؟ اس اصول پر ویڈیو (Video) کے بارے میں یہ کہنا کہ ’’اس میں برقی ذرات ہوتے ہیں اور اس میں دوربین سے بھی دیکھا جائے، تو اس میں کوئی تصویر نہیں ملے گی، اس لیے اس کی تصویر تصویر نہیں‘‘ نہایت ہی قابلِ تعجب بات ہے؛ کیوں کہ جب ’ویڈیو‘ کو چلایا جاتا ہے، تو اس میں جو نظر آتا ہے، وہ آخر اس کے اندر ہی تو تھا، جو اب باہر نظر آ رہا ہے؟ اگر اس میں پہلے سے یہ نہیں تھا، تو اب کہاں سے آ گیا؟ معلوم ہوا کہ اس میں یہ محفوظ تھا، مگر دوسری شکل میں تھا اور وہی محفوظ چیز اب باہر اسکرین پر نظر آ رہی ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ذرائع و وسائل کیسے بھی ہوں اور اس میں جس طریقے سے چاہے کام کیا جائے، اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ سب کو معلوم ہے اور خود حضرت مولانا نے اس بات کو کیمرے کی تصویر کے بارے میں تسلیم کیا ہے؛ چناں چہ آپ نے ’’ **تکملة فتح الملهم** ‘‘ میں فرمایا کہ

> **’’والواقع أن التفريق بين الصورالمرسومة والصور الشمسية لاينبغي علىٰ أصل قوي ، ومن المقرر شرعاً أن ما كان حراما أو غير مشروع في أصلهٖ لا يتغير حكمه بتغير الآلة ؛ فالخمر حرام سواء خمّرت باليد**

أو بالماكينات الحديثة ، والقتل حرام سواء باشره المرء بسكّين أو بإطلاق الرصاص ، فكذٰلك الصورة قد نهىٰ الشارع عن صنعها و اقتنائها، فلا فرق بينما كانت الصورة قد اتخذت بريشة المصور أو بآلات الفوتو غرا فية''.

ترجمہ: یعنی واقعہ یہ ہے کہ ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر اور عکسی تصویر کے مابین فرق کرنا، کسی قوی اصول پر مبنی نہیں ہے اور یہ بات شرعاً طے ہے کہ جو چیز اصل اعتبار سے حرام یا غیر مشروع ہے، اس کا حکم آلات کے بدل جانے سے نہیں بدلتا، مثلاً: شراب حرام ہے خواہ ہاتھ سے بنائی جائے یا جدید مشینوں کے ذریعے بنائی جائے اور قتل حرام ہے، خواہ آدمی چھری سے اس کو انجام دے یا بندوق کی گولی سے، اسی طرح تصویر ہے کہ شارع نے اس کو بنانے اور رکھنے سے منع فرمایا ہے، پس اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر، تصویر بنانے والے کے قلم سے بنائی جائے یا فوٹوگرافی کے آلات سے بنائی جائے۔(۱)

حضرت مولانا موصوف نے اس عبارت میں جو بات ارشاد فرمائی ہے، بعینہٖ وہی بات ''ٹی-وی'' اور ''ویڈیو'' کی تصویر پر بھی صادق آتی ہے؛ کیوں کہ ان میں بھی تصویر ہوتی ہے اور وہ ''الکٹرانک آلات'' کے واسطے سے ٹی-وی کے پردے پر ظاہر ہوتی ہے، تو اس واسطے اور آلے کے بدل جانے سے حکم میں کوئی فرق نہ ہونا چاہیے۔

اسی طرح مولانا کا یہ فرمانا کہ ''ویڈیو میں تصویر محفوظ نہیں ہوتی''، صحیح نہیں ہے؛

---

(۱) تکملة فتح الملهم: ۱۶۳/۴

بل کہ محفوظ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے موقعے پر اس کو دیکھا جا سکتا ہے، چاہے اس کے محفوظ ہونے کی شکل کچھ بھی ہو۔

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر تبصرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ

> ”ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے، جب چاہیں جتنی بار چاہیں ٹی-وی کی اسکرین پر اس کا نظارہ کرلیں اور یہ تصویر تابعِ اصل نہیں؛ بل کہ اس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے، کتنے ہی لوگ ہیں، جو مرکھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں، مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں، اگر یہ منطق تسلیم کرلی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں؛ بل کہ معدوم ہے اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں، تو اس لا حاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ ماننے کی تقدیر پر ٹی-وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا، اب تصویر سازی کا بھی آلہ قرار پایا کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے، اب تو اس کی قباحت دو چند ہوگئی، مختصر یہ کہ ٹی-وی اور ویڈیو کیسٹ کی تصویر کے متعلق زائد از زائد یہ کہا جا سکتا ہے کہ سائنس کی ترقی نے فنِ تصویر سازی کو ترقی دے کر اس میں مزید جدت پیدا کردی اور تصویر سازی کا ایک دقیق انوکھا طریقہ ایجاد کرلیا۔(۱)

ہم نے اس مسئلے پر ایک اہم ضرورت سمجھ کر قلم اُٹھایا ہے اور حضرت مولانا موصوف زید مجدہم کے اس سلسلے میں نظریے پر یہ تبصرہ و جائزہ بھی اسی لیے پیش کیا

---

(۱) احسن الفتاویٰ:۳۰۲/۸

ہے، مولانا موصوف اگرچہ علم وتفقہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں اور ہم ان کے خوشہ چیں ہیں، تاہم علمی اختلاف دلائل کی روشنی میں ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اکابر وسلف میں اس کی بے شمار نظیریں ملتی ہیں کہ استاذ سے شاگردوں نے اختلاف کیا اور بڑوں سے ان کے خوردوں نے اختلاف کیا۔ امید ہے کہ احقر کی یہ گزارشات بارِ خاطر نہ ہوں گی اور اگر اس بارے میں مجھ سے لغزش ہوئی ہو، تو اس میں رہنمائی فرمائیں گے۔

باب دوم

ٹی-وی کے مختلف پروگراموں کی شرعی حیثیت

بابِ دوم

ٹی-وی کے مختلف پروگراموں کی شرعی حیثیت

فحش وعریان پروگرام

یہ بات معلوم ہے کہ ٹی-وی کے پردے پر مختلف قسم کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں، جن میں بعض وہ ہیں، جو فحاشی وعریانی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اسلام کے مزاج کے قطعاً منافی اور اس سے غیر آہنگ ہے، اسلام ان چیزوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا ہے، جن سے فحاشی کے راستے مفتوح ہوتے ہوں، عریانیت، و بے حیائی کے جذبات بیدار ہوتے ہوں، اخلاق سوز وروح فرسا حرکات شائع وعام ہوتے ہوں اور غیر طبعی افعال کے لیے راہیں ہموار ہوتی ہوں۔

اسلام کا لطیف مزاج

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ بعید سے بعید تر بھی کوئی ایسی راہ کھلی رکھنا پسند نہیں کرتا، جس سے مجرمانہ برائی و بے حیائی راہ پا سکے؛ بل کہ وہ ہر اس راستے کو مسدود کرتا ہے، جس میں یہ امکان (Logical Possibility) بھی ہو کہ اس سے برائی و بے حیائی اور فحاشی وعریانی کو داخل ہونے کا موقع ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صرف زنا سے نہیں؛ بل کہ زنا کے دواعی ومقدمات سے بھی منع کیا ہے، چناں چہ

فرمایا گیا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَاءَ سَبِیْلًا﴾

﴿الاسراء: ۳۲﴾

ترجمہ: اور زنا کے قریب نہ جاؤ، یہ فحش کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اسی طرح قرآن نے فحش و بے حیائی کی طرف لے جانے والی تمام چیزوں سے منع کیا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ﴾

﴿الانعام: ۱۵۱﴾

ترجمہ: اور تم فحش کاموں کے قریب مت جاؤ، ظاہر ہوں یا مخفی ہوں۔

نیز اسی لیے اپنی آنکھوں کو نیچے رکھنے کا صاف و واضح حکم دیا گیا ہے؛ چناں چہ فرمایا گیا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾

﴿النور: ۳۰﴾

ترجمہ: آپ (اے نبی!) مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

غور کیجیے کہ "حفاظتِ فرج" ایک مہتم بالشان کام تھا اور عصمت وعفت تمام نیکیوں کی جڑ، اُم اور اَساس تھی، مگر چوں کہ وہ کسی حال میں حاصل نہ ہو سکتی تھی، جب تک کہ ان راہوں اور راستوں کو بند نہ کیا جاتا، جن سے حفاظتِ فرج وعصمت وعفت میں خلل پڑتا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فتنہ جہاں سے ابل سکتا تھا اور اخلاق پر جہاں سے ضرب پڑ سکتی تھی، انہی سوراخوں اور راستوں کو سب سے پہلے بند کر دیا ہے اور حکم دیا کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”نظر، ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو زہر آلود ہے۔“(۱)

اس کا منشا یہی ہے کہ بدنگاہی سے برائی کا دروازہ کھلتا ہے؛ اس لیے پہلے اسی کو بند کیا جائے۔ اسی طرح عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے پیروں کو زمین پر مارتے ہوئے نہ چلیں؛ چناں چہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ . ﴾

﴿ النور: ۳۰ ﴾

کیوں کہ اس سے عورتوں کی زینت ظاہر ہوگی اور بالآخر مردوں کی توجہ ان کی طرف ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو ایسا زیور پہننا منع ہے، جو بجتا ہو، جیسے پیروں میں پٹی ڈالنے کا رواج ہے کہ یہ بجنے والی ہو، تو منع ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چھوٹی سی بچی کے پیروں میں بجنے والا زیور دیکھا، تو اس کو کاٹ کر نکال دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے“۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی کو لایا گیا، جس کے بدن پر بجنے والا زیور تھا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ”یہ لڑکی میرے گھر میں داخل نہ ہو؛ کیوں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ”جس گھر میں گھنٹی ہوتی ہے، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے“۔(۳)

غور کیجیے کہ اسلام نے کس قدر دوراندیشی کا ثبوت دیا ہے اور برائی کے کس قدر باریک سے باریک سوراخ کو بھی بند کر دیا ہے؛ کیوں کہ ان پر اگر پابندی نہ لگائی گئی،

---

(۱) رواه الحاكم وصححهٔ من حديث حذيفة ؛ كذا في تخريج الإحياء للعراقي: ۲۳۴/۱

(۲) ابو داؤد: باب ماجاء في الجلاجل: ۴۹۱/۲

(۳) ابو داؤد: باب ماجاء في الجلاجل: ۴۹۱/۲

تو برائی کا خاتمہ ایک فرضی وخیالی چیز سے زیادہ نہ ہوگا۔

اسی طرح اسلام نے عورت کو خوشبو لگا کر باہر جانے سے منع کیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کو ’’فاحشہ‘‘ قرار دیا ہے، ارشادِ رسول ہے:

« كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ ، وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا ؛ يَعْنِي " زَانِيَةٌ ". »(۱)

ترجمہ: ہر (بدکار) آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت عطر لگا کر کسی مجلس کے پاس سے گذرتی ہے، وہ ایسی ویسی یعنی ’’زانیہ‘‘ ہے۔

اور عورت کو غیر مرد سے نرم انداز سے گفتگو کرنے کی ممانعت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا . ﴾ ﴿ الاحزاب: ۳۲ ﴾

ترجمہ: پس تم (عورتیں) نرم انداز سے گفتگو نہ کرو کہ کہیں ایسا آدمی، جس کے دل میں مرض ہے طمع نہ کرے۔

ان سب باتوں کا واحد مقصد ومنشا یہی ہے کہ برائی وفحاشی کے راستے پوری طرح بند ہوجائیں۔

ٹی-وی سے موازنہ

اسلام کے اس لطیف وپاکیزہ مزاج کو سامنے رکھ کر، اب ٹی-وی کے فحش پروگرام پر ایک غائرانہ نظر ڈالیے اور بتایئے کہ کیا اسلامی نقطۂ نظر سے اس کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

---

(۱) ابو داؤد:۴۱۷۳، و الترمذي:۲۷۸۶، و النسائي:۵۱۲۶، أحمد:۱۹۷۴۷

اس سلسلے میں یہ بھی سنتے چلیے کہ ٹی-وی کے پردے پر کیا کچھ نہیں دکھایا جاتا ہے، ایک خبر پڑھتے جائیں:

''لندن ۵/فروری ۱۹۵۷ء گذشتہ شب برطانیہ کے ''ٹیلی ویژن'' دیکھنے والوں کو ایک ایسی فلم دکھائی گئی، جس میں ایک ''بچے کی پیدائش'' کا پورا منظر دکھایا گیا، اس ملک کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے، جب ''بچے کی پیدائش'' ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی، یہ فلم برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن (B.B.C) کے ایک مسلسل پروگرام کے سلسلے میں دکھائی گئی، جس میں ڈاکٹروں اور ماؤں نے ''قدرتی پیدائش'' پر مذاکرہ کیا تھا۔(۱)

ایک دوسری خبر پڑھیے:

'' اسٹاک ہام، ۱۷/دسمبر ۱۹۶۵ء کل شب ''ٹیلی ویژن'' کے پردے پر ایک امریکی جوڑے کو برہنہ رقص کرتے دکھایا گیا۔ اس نمائش کے خلاف ٹیلی فون کے ذریعے سخت احتجاج کیا جارہا ہے؛ لیکن ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ ننگے ناچ کی یہ نمائش اعلیٰ سطح پر صلاح و مشورے کے بعد کی گئی ہے۔ اس پروگرام میں چار ایکٹروں (Actors) اور تین ایکٹرسوں (Actress) کو دکھایا گیا جنھوں نے تماشائیوں کے سامنے بڑی نفاست سے اپنے لباس کا ایک ایک تار جسم سے اُتار کر ڈھیر لگادیا۔(۲)

کیا اس کا اسلام سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق ہوسکتا ہے؟ اور کیا اسلام میں

---

(۱) فریبِ تمدن، تالیف اکرام اللہ، ایم، اے: ص: ۱۳۸

(۲) فریبِ تمدن، ص: ۱۳۸

(جس کا لطیف مزاج ہم نے اوپر دیکھا ہے) اس کی کوئی ادنیٰ سی بھی گنجائش ہو سکتی ہے؟ یہاں یہ سوال قطعاً غیر ضروری ہے کہ ٹی-وی پر نشر ہونے والی صورتیں عکس کے حکم میں ہیں یا تصویر کے؟ کیوں کہ بہ ہر صورت یہ پروگرام اسلام کے مزاج سے غیر آہنگ ومتصادم ہے اور اس کی تعلیمات کے یکسر منافی اور خلاف ہے، خواہ ان صورتوں کو عکس قرار دیا جائے یا تصویر، جو اس پر نشر ہوتی ہیں۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان فحش وعریاں صورتوں کو دیکھ کر اور ان کی دل فریب (اور صاحبِ عقلِ سلیم کے نزدیک دل خراش) اداؤں کو ملاحظہ کر کے، دیکھنے والوں کے جذبات بھڑکیں گے اور برائی وفحش کاری کی طرف میلان ورجحان پیدا ہوگا اور جن برائیوں کا راستہ اسلام پوری طرح بند کرنا چاہتا ہے، صرف یہی نہیں کہ کھل جائے گا؛ بل کہ وسیع سے وسیع تر ہو جائے گا۔

خاص طور پر عورت کو اپنی تمام تر خوب رویوں اور رعنائیوں اور دل فریبیوں اور اداکاریوں کے ساتھ پردے (Screen) پر پیش کرنا — غور کرنے کی بات ہے — کہاں تک اسلامی مزاج سے میل کھاتا ہے؟ کیا ان باتوں سے وہ فتنے ابھرتے نظر نہیں آتے، جن کی بندش کے لیے اسلام نے فحش وبے حیائی کے مقدمات ودواعی کو بھی حرام کر دیا ہے؟

غرض یہ کہ وہ پروگرام، جس میں فحش وبے حیائی کے مناظر ہوں، وہ کسی طور پر بھی جائز قرار نہیں پا سکتا؛ بل کہ یہ قطعی طور پر حرام وناجائز ہے۔

ٹی-وی اور موسیقی

ٹی-وی کے پروگراموں میں ایک اہم عنصر ''موسیقی'' بھی ہوتا ہے اور اس کے بغیر اس کے متوالوں کو نیند بھی نہیں آتی اور یہ بات ہر چھوٹے بڑے کو معلوم ہے کہ

اسلام میں موسیقی حرام اور سخت معیوب چیز ہے اور اس پر سخت سے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

ہم یہاں اس سلسلے میں برائے عبرت، چند احادیث نقل کرتے ہیں:

« عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله عز وجل بعثني هدىً ورحمةً للمؤمنين وأمرني ربي عزوجل بمحق المزامير والأوتار والصليب وأمر الجاهلية. »(۱)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے ایمان والوں کے لیے ہدایت و رحمت بنا کر بھیجا ہے اور باجے، شرکیہ تعویذ گنڈے، صلیب اور زمانۂ جاہلیت کے کاموں کو مٹانے کا حکم کیا ہے۔

فائدۃ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص اس لیے بھی مبعوث فرمایا کہ آلاتِ لہو ولعب اور گانے بجانے کی چیزوں کو مٹا دیں، جس سے ان چیزوں کا ناجائز و حرام ہونا واضح ہوتا ہے۔ پھر اس حدیث میں آلاتِ لہو ولعب کو شرکیہ تعویذات اور جاہلی امور کے ساتھ بیان کرنے سے اس کی مزید شناعت وقباحت پر روشنی پڑتی ہے۔

« عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنَمٍ الْأَ شْعَرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ عَامِرٍ أَوْ أَبُوْ مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ رضي الله عنهما، وَاللّٰهِ مَاكَذَبَنِي: سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ ، يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِيْرَ

(۱) مسند أحمد: ۲۱۲۷۵

وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ ؛ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ تَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الفَقِيْرُ لِحَاجَةٍ فَيَقُوْلُوْنَ: اِرْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا ، فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ اٰخَرِيْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .»

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: بہ خدا انھوں نے غلط بیانی نہیں کی کہ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”یقیناً میری امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے، جو زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو (خوش نما تعبیروں سے) حلال کرلیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے قریب اقامت کریں گے، وہاں ان کے مویشی چر کر آیا کریں گے، ان کے پاس کوئی حاجت مند اپنی ضرورت لے کر آئے گا، وہ (ازراہِ حقارت) کہیں گے ”کل آنا“ پس اللہ تعالیٰ ان پر راتوں رات عذاب نازل کرے گا اور پہاڑ کو ان پر گرادے گا اور دوسرے لوگوں کو (جو حرام چیزوں میں خوش نما تاویلیں کریں گے) قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنادے گا۔ (معاذ اللہ)

تخریج: اس کو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں کتاب الأشربة ، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر میں، ابو داؤد نے سنن أبي داؤد: (۳۵۲۱)، ابن حبان نے الصحيح لابن حبان: (۱۶۰/۱۵)، بیہقی نے سنن کبریٰ: (۲۷۲/۳)، طبرانی نے مسند الشاميين: (۳۳۴/۱) اور معجم کبیر: (۲۸۲/۳) میں اور ابو القاسم تمام نے مسند المقلّين: (۳۴/۱) میں اور محاملی نے الأمالي:

(۱۰۱/۱) میں اور ابن ابی شیبہ نے المصنف لابن أبي شيبة: (٦٨/٥) میں روایت کیا ہے۔

اور حدیث کا صحیح ہونا امام بخاری رحمۃ اللہ کی تخریج سے ظاہر ہے، مگر ابن حزم نے بخاری کی سند کو منقطع قرار دیا ہے، (المحلّى: ٥٦٥/٧) لیکن یہ دراصل ابن حزم کی غلط فہمی ہے؛ اسی لیے ابن حجر رحمۃ اللہ نے ان کی تردید کی ہے اور اس سند کا متصل ہونا ثابت کیا ہے۔(۱)

اس حدیث میں امت کے ان افراد کا ذکر ہے، جو حرام چیزوں کو حلال سمجھ کر یا حلال کی طرح استعمال کریں گے اور آخر کار خدا کی پھٹکار و عذاب میں گرفتار ہوں گے اور ان کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیا جائے گا۔

(اللّٰهم احفظنا من عذابك وغضبك)

چناں چہ فرمایا کہ ”میری امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے، جو زنا، ریشم شراب اور آلاتِ موسیقی (گانے بجانے کے آلات) کو حلال کر لیں گے، بعض روایات میں ہے کہ ان چیزوں کا نام بدل کر حلال کر لیں گے، جیسا کہ اس سے ماقبل کی حدیث میں گذرا اور ابن حبان اور محاملی وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کے اندر اس طرح فرمایا کہ ”میری امت کے کچھ لوگ، ان چیزوں کو دوسرا نام دے کر حلال کر لیں گے“۔

حلال کر لینے کے دو معنے ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ ان حرام چیزوں کو عقیدے میں حلال سمجھ لیا جائے اور یہ ”کفر“ ہے اور دوسرا: یہ معنی ہو سکتا ہے کہ حرام کو حلال تو نہیں سمجھیں گے؛ لیکن جس طرح حلال چیزوں کو بلا کھٹک استعمال کیا جاتا ہے، حرام کو بھی اسی طرح بلا کھٹک اور بلا جھجک استعمال کر لیں گے۔ پہلا معنی حقیقی ہے اور دوسرا

(۱) دیکھو: فتح الباري: ٥٢/١٠

معنی مجازی، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ مناویؒ نے ابن العربیؒ کے حوالے سے یہ دونوں معنے بیان کیے ہیں۔(۱)

غرض یہ کہ حلال سمجھ کر یا حلال چیزوں کی طرح حرام کا استعمال کریں گے۔ آج امت میں ایسی بہت سی باتیں پیدا ہوگئی ہیں، سود، رشوت، گانا بجانا، وغیرہ کہ بعض لوگ تو اس پر علما سے بحث بھی کرتے ہیں کہ یہ حرام کیوں ہیں؟ حلال ہونا چاہیے، بعض اس سے بھی آگے بڑھ کر، ان کے حلال ہونے کا فتویٰ ہی صادر کردیتے ہیں اور بعض جو محتاط ہیں، وہ حلال تو نہیں کہتے مگر اس طرح ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں گویا کہ وہ حلال ہیں۔ خصوصاً گانے بجانے کا سلسلہ، ہر ہر گھر میں موجود ہے اور ان لوگوں کو دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کو حلال کی طرح استعمال کرتے ہیں اور یہ واضح ہے کہ ٹی-وی کا اس میں سب سے اہم رول ہے۔

« عَنْ أبي هريرة رضي الله عنه -مَرْفُوْعًا-: يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَيَشْهَدُوْنَ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ؟ قَالَ: نَعَم! وَيُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيَحُجُّوْنَ ، قَالُوْا : فَمَا بَالُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: اِتَّخَذُوْا الْمَعَازِفَ وَالْقِيْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ وَيَشْرَبُوْنَ هٰذِهِ الْأَشْرِبَةَ ، فَبَاتُوا عَلٰى لَهْوِهِمْ فَأَصْبَحُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ. »

تخریج : اس حدیث کو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ابو نعیمؒ نے حلية الأولياء (۱۱۹/۳) میں اور ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب الملاهي میں (کمافي نيل الأوطار :۸۶/۲ وعون المعبود:۵۹/۱۱) اور سعید بن منصورؒ نے سنن میں

(۱) فتح الباري:۵۵/۱۰، فيض القدير:۱۲۸/۴

(كما في المحلیٰ لابن حزم الظاهري: ۵۶۴/۷) روایت کیا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ توحید ورسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! وہ (برائے نام) نماز، روزہ اور حج بھی کریں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا: وہ آلاتِ موسیقی، رقاصہ عورتوں اور طبلہ اور سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے؛ (بالآخر) وہ رات بھر مصروفِ لہوو لعب رہیں گے اور صبح ہوگی، تو بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

اس حدیث کی شرح میں بندے نے اپنی کتاب ”حدیثِ نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے“ میں جو لکھا ہے، اس کو یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

اس حدیث میں ان مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو بہ ظاہر نمازی بھی ہوں گے، روزے کے پابند بھی ہوں گے اور حج پر حج بھی کریں گے، مگر اسی کے ساتھ گانے بجانے، ناچنے نچانے اور ڈھول باجے اور میوزک وموسیقی کے دل دادہ اور شراب کے عادی اور رسیا ہوں گے، ان کو اللہ تعالیٰ خنزیر اور بندر کی شکل میں مسخ کر دیں گے، یہ لوگ رات بھر مصروفِ لہو ولعب رہ کر سوئیں گے اور جو صبح اٹھیں گے، تو مسخ شدہ اٹھیں گے۔

اسلام میں گانا بجانا، رقص وناچ؛ حرام ہے اور شراب کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے۔ جب لوگ اس کے عادی ہو جائیں گے اور بہ ظاہر نماز روزے کے پابند اور حج

پرحج کرکے نیک نامی حاصل ہونے کے باوجود، وہ ان برائیوں میں مبتلا ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر کی شکل میں تبدیل کردیں گے۔

افسوس! آج بہت سے دین دار کہلانے والے اور نمازوں اور روزوں کے پابند اور حج پر حج کرنے والے اور عمرے پر عمرے کرنے والے لوگ بھی اپنے گھروں میں ٹی-وی رکھ کر، اس کا استعمال گانے بجانے اور فلموں اور ناچ و رقص دیکھنے کے لیے کرتے ہیں اور تقریبوں میں بلا روک ٹوک یہ ساری برائیاں عام ہوچکی ہیں۔ اس طرح بہت سے نوجوانوں اور بوڑھوں میں شراب اور نشے کی علت پڑی ہوئی ہے اور بالخصوص کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے ہزاروں سے متجاوز نوجوان اس کے عادی ہوچکے ہیں؛ جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور پر اتنی سخت وعید سنائی ہے۔(۱)

« عن عمران بن حصين رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : في هذه الأمة خسف و مسخ و قذف ، فقال رجل من المسلمين :يا رسول الله! ومتىٰ ذٰلک ؟ قال : إذا ظهرت القيان والمعازف و شربت الخمور. »(۲)

ترجمہ-حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں بھی یہ آفتیں آئیں گی: زمین میں دھنسنا، شکلوں کا مسخ ہوجانا اور پتھروں کی بارش۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یہ کب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

(۱) حدیث نبوی اور دور حاضر کے فتنے: ص:۱۵۹-۱۶۰

(۲) رواه الترمذي:۲۱۳۸

جب گانے والی عورتوں اور راگ باجوں کا دور دورہ ہوگا اور برسرِ عام شرابیں پی جائیں گی۔

یہ احادیث راگ باجے کی حرمت پر صریح طور پر دلالت کرتی ہیں اور اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہ ہونا چاہیے۔ اب اس پر غور فرمایئے کہ کیا ٹی۔وی میں یہ موسیقی اور راگ باجا نہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے، تو اس کے جائز ہونے کا کیا سوال؟ اور اس کی حرمت میں کیا شبہ؟ مگر افسوس کہ اس صاف بات کو بھی نظر انداز کرنے والے موجود ہیں اور اس ناجائز کام کو جائز قرار دینے کے لیے بے جا تاویلات اور سطحی قسم کے دلائل سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ٹی۔وی پر جرائم

جرائم اور جرائم پیشہ لوگوں کی فن کاریوں اور مکاریوں پر مشتمل پروگرام، جو ٹی۔وی کے پروگراموں کا ایک اہم جز ہے، مقصد کے لحاظ سے سو فی صد صحیح ہونے کے باوجود نتائج کے لحاظ سے سراسر غلط اور خطرناک ہے اور سوسائٹی کے بگاڑ و فساد کا بہت بڑا سبب ہے۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ جرائم کا پروگرام اس لیے دکھایا جاتا ہے کہ عام لوگ، مکار و فریب کار لوگوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں اور خود اس طرح کے دھندوں میں نہ پھنسیں، مگر بنظرِ غائر دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ اس کے نتائج نہایت تلخ اور بھیانک ظاہر ہو رہے ہیں؛ کیوں کہ اس طرح کی چیزوں کو دیکھتے دیکھتے اول تو ان برائیوں کی برائی دل سے ختم ہو جاتی ہے، پھر بعض افراد اسی سے ان جرائم کو سیکھ کر، ان کے عادی و ماہر ہو جاتے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ان پروگراموں میں صرف یہ نہیں بتایا جاتا کہ ''ایک شخص نے یہ جرم

کیا اور اس پر یہ سزا جاری ہوئی'' کہ سننے والا یا دیکھنے والا عبرت حاصل کرتا؛ بل کہ اس میں پوری تفصیل و وضاحت سے چوری کرنے والوں کی فریب دہیوں، مکاریوں اور دغابازیوں کو دکھایا جاتا ہے، شہوت کے بھوکے کتوں کا اپنی ہوس و شہوت پوری کرنے کے لیے مارا مارا پھرنا اور شکار تلاش کرنا اور ان کی درندگی کی پوری داستان بتائی جاتی ہے، اسمگلنگ کرنے والوں کی فریب کاریاں اور ان کے ہتھکنڈے بتائے جاتے ہیں، ان کو دیکھنے والا عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے بہ جائے ان سے محظوظ ہوتا ہے اور بار بار دیکھنے سے جرائم کا عادی و ماہر بھی بنتا جاتا ہے، جس طرح کہ جرائم کی تفصیلات پر مشتمل ناول پڑھنے والے، پڑھتے پڑھتے خود ان کے عادی و ماہر بن جاتے ہیں؛ بل کہ غور کیجیے، تو ٹی-وی کا معاملہ ناول سے بہت بڑھا ہوا ہے؛ کیوں کہ اس میں پوری طرح واقعات کو متحرک تصاویر (-Moving Photographs) کے ذریعے بتانے کے ساتھ ساتھ ان کو رنگ و روغن کے ذریعے حسین و خوب صورت بھی بنا کر دکھایا جاتا ہے، جس سے دیکھنے والے کا متاثر ہونا یقینی ہے۔

لندن کے ایک مشہور انگریز مصنف Guy Lyon Playfair نے ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام رکھا ہے (THE EVIL EYE) یعنی (گناہ گار آنکھ) اور اس ایک سو اٹھاسی صفحات (۱۸۸) کی کتاب میں ٹیلی ویزن پر مختلف حیثیتوں سے روشنی ڈالی ہے اور اس کے نقصانات و خطرات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ کتاب آج سے کئی سال پیشتر منظرِ عام پر آئی تھی، اس مغربی مفکر نے جب اسی وقت اس کے اس قدر خطرات و نقصانات بیان کیے ہیں، تو آج جب کہ ٹی-وی کا معاملہ اس سے کئی گنا آگے بڑھ گیا ہے، اس کے خطرات و نقصانات بھی اس وقت سے کئی گنا زیادہ ہو چکے ہوں گے۔

اس کتاب میں ٹی-وی کے سیریل دیکھ کر لوگوں میں پیدا ہونے والے جرائم و فسادات پر بھی اچھی خاصی تفصیلات جمع کر دی ہیں:

چناں چہ اس کتاب میں اس کے مصنف نے نقل کیا ہے کہ ’’ایک مغربی مفکر ڈاکٹر (Joost Meerloo) جو نیو یارک کی ’’سایکالوجی اسکول‘‘ میں مددگار پروفیسر کی حیثیت سے کام کرتا ہے، اس نے کہا ہے کہ

یہ ٹی-وی بچوں میں مجرمانہ و باغیانہ خیالات و جذبات پیدا کر دیتی ہے، جس کے نتیجے میں غیر شعوری طور پر بچے جرائم کے عادی بن جاتے ہیں۔(۱)

اور اس کتاب کے مصنف Guy Lyon Playfair نے لکھا ہے کہ

’’ٹیلی ویژن اور تشدد و جرائم کے درمیان رابطہ و تعلق چار مختلف طریقوں سے معلوم کیا گیا ہے۔

ایک: انفرادی واقعات سے۔

دوسرے: اجتماعی حالات سے۔

تیسرے: (Experimental) یعنی تجرباتی طور پر اور

چوتھے: (Laboratory) یعنی کیمیائی طور پر (اس کے بعد بڑی تفصیل سے ان تمام طریقوں پر بحث کی ہے)(۲)

یہی مصنف ٹی-وی کے اس قسم کے پراگراموں کے بارے میں ’’لندن اسکول آف ایکنامکس‘‘ کے ڈاکٹر (Hilde Himmelweit) اور ان کے دو شریکِ کار کی جانب سے ۱۹۵۴ء میں کیے گئے سروے کے حوالے سے ان کا

(۱) THE EVIL EYE,P:40

(۲) THE EVIL EYE,P:111

احساس اس طرح نقل کرتا ہے کہ

''ہم نے تھوڑے شواہد اس بات کے پائے کہ یہ پروگرام اس اعتبار سے مرغوب ہیں کہ یہ (Tension) تناؤ اور انتشار کے ختم ہونے کا ذریعہ ہیں، مگر اس بات کے بہت شواہد ملے کہ یہ پروگرام بچوں کے اندر سے اس بات کا شعور ختم کردیتے ہیں کہ جرائم و تشدد انسان کی واقعی زندگی میں خطرناک نتائج پیدا کردیتے ہیں اور ان کو یہ سکھاتے ہیں کہ مظالم و زیادتیوں کو، وہ لڑائی جھگڑے کے حل کی حیثیت سے، ایک معمولی چیز کی طرح قبول کرلیں۔(۱)

جرائم کے چند واقعات

اس سلسلے میں چند واقعات بھی ملاحظہ کیجیے، جو اسی مصنف نے لکھے ہیں:

۱- ایک سترہ سالہ لڑکے نے ایک فرضی کہانی پر مشتمل فلم دیکھی، جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ

''ایک شخص کو اس کے لڑکے نے قتل کرڈالا، پھر اس لڑکے نے اپنے باپ کو چھری سے قتل کرنے کی کوشش کی، جب اس بارے میں اس سے پوچھ تاچھ کی گئی، تو کہنے لگا کہ ''میں جب ٹی وی دیکھتا ہوں، تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں خود بھی کسی کو قتل کررہا ہوں''۔

۲- دو آدمیوں نے ٹی- وی پر ایک سیریل دیکھا، جس میں یہ دکھایا گیا کہ کسی گھر میں اچانک کس طرح گھسا جاتا ہے؟ ان میں سے ایک فوراً باہر نکلا اور وہی کام کر بیٹھا اور فوراً پکڑلیا گیا، جب پوچھا

THE EVIL EYE,P:114 (۱)

گیا، تو اس نے بتایا کہ ہم نے ٹی-وی پر یہ دیکھا تھا اور فیصلہ کیا کہ ہم بھی ایسا ہی کریں گے کہ یہ تو بہت آسان ہے۔

۳۔ ویتنام جنگ کے ایک آزمودہ کار، جس نے کہا تھا کہ

"وہ ٹی-وی بہت دیکھتا ہے، ایک مرتبہ اس نے (S.W.A.T.) نامی ایک پروگرام میں ایک کہانی دیکھی کہ ایک جیب کترا راستے سے گذرنے والوں کو آگ دکھاتا ہے اور آخر کار پولس کے ایک نشانہ باز کی طرف سے ماردیا جاتا ہے، اس نے یہ دیکھا اور باہر نکل کر اسی طرح کیا اور بالآخر مارا گیا۔(۱)

یہ تو اس پروگرام کا وہ پہلو ہے، جس کی برائی وقباحت ہر انصاف پسند صاحبِ عقل وشعور، تسلیم کرتا ہے اور اس کو بلا تکلف ناجائز قرار دیتا ہے۔

شرعی قباحت

اس کے علاوہ اس میں بہت سی شرعی قباحتیں بھی ہیں، جن کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے؛ مثلاً:

۱۔ اس پروگرام کے ذریعے گناہوں کی اشاعت وتشہیر ہوتی ہے اور یہ ناجائز ہے اور اسی وجہ سے گناہ کرنے کے بعد گناہ کا تذکرہ دوسروں سے کرنا منع ہے؛ نیز اس سے دوسروں کو گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے؛ علامہ غزالی نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔(۲)

۲۔ اس کو دیکھتے دیکھتے لوگوں کے دلوں سے حرام وگناہ کے کاموں کی برائی

---

(۱) THE EVIL EYE,P:111-112

(۲) دیکھو: إحياء العلوم: ۴/۳۲

نکل جاتی ہے اور اسلام کی نظر میں یہ خطرناک بات ہے؛ بل کہ برائی کو برا نہ سمجھنے پر ایمان سے خارج قرار دیا گیا ہے؛ چناں چہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو گناہوں کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے، وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا آخری درجہ دل سے برائی کو برا جاننا ہے اور اس کے بعد ایمان کا کوئی درجہ باقی نہیں ہے؛ بل کہ کفر کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔

۳۔ اس پروگرام میں جو لوگ چوروں اور دوسرے مجرموں کا پارٹ ادا کرتے ہیں، وہ دراصل ان مجرموں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، کوئی چور بنتا ہے، کوئی ڈاکو بنتا ہے، کوئی زانی بنتا ہے، کوئی شرابی بنتا ہے اور اسلام میں یہ خود بھی ایک حرام و ناجائز بات ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (۲)

ترجمہ: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ انہیں میں سے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ غلط کار لوگوں، فاسقوں فاجروں سے مشابہت اختیار کرنا، اتنا بڑا گناہ ہے کہ قیامت میں وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا اور یاد رہے کہ تشبہ ومشابہت صرف صورت میں نہیں ہوتی؛ بل کہ افعال واخلاق، حرکات وسکنات میں

---

(۱) المسلم: ۵۲/۱

(۲) بہ حوالہ: مشکاۃ المصابیح: ۳۷۵

بھی ہوتی ہے اور وہ بھی منع ہے؛ چناں چہ حدیث میں ہے کہ

قرآن کو عرب کے لہجے میں اور آواز میں پڑھو اور اہلِ عشق اور
یہود و نصاریٰ کے لہجے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔(۱)

اس حدیث میں ''قرآن'' کو اہلِ عشق و یہود و نصاریٰ کے لہجے میں بھی پڑھنے سے منع فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ فساق و فجار کا لب ولہجہ بھی اختیار کرنا غلط و ناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس پروگرام میں غلط کار لوگوں کا پارٹ ادا کرتے ہیں، وہ سخت گناہ کے مرتکب ہیں؛ کیوں کہ وہ فساق و فجار کا لب ولہجہ اور طور و طریقہ، لباس و پوشاک، طرز و انداز سب کچھ اختیار کرتے ہیں، پھر ان حرکات کو دیکھنے والے ان کے ساتھ شریکِ گناہ ہوتے ہیں۔ غرض یہ پروگرام متعدد وجوہ کی بنا پر شرعاً ناجائز و حرام ہے اور عقلی اعتبار سے بھی خطرناک ہے۔

مزاحیہ پروگرام کا حکم

ٹی-وی اسکرین (Screen) پر بعض پروگرام محض من گھڑت قصوں، بے سروپا حکایتوں اور جھوٹی کہانیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جو محض اس لیے دکھائے جاتے ہیں کہ دیکھنے والے حظ و لذت محسوس کریں اور ہنسی اور قہقہوں سے مجلس گرم کی جائے۔ اس کے تحت وہ پروگرام بھی آجاتا ہے، جو ہنسانے کے لیے بے ڈھنگی اور واہیانہ حرکتوں پر مشتمل ہوتے ہیں، اس پروگرام کا تجزیہ کیا جائے، تو اس کے تین اجزا وعناصر نکلتے ہیں:

۱-جھوٹ ۲-ہنسی اور ٹھٹا ۳-غفلت، جو اس پروگرام کا نتیجہ ہے۔

---

(۱) مشکاۃ:۱۹۱ و جمع الفوائد:۲/۱۲۳

جھوٹ کی بدترین قسم

ان میں سے جھوٹ کا ناجائز ہونا کون نہیں جانتا؟! مگر شاید کم لوگوں کو علم ہوگا کہ لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے جھوٹ بولنا سخت حرام ہے اور جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔

امام ابوداوٗد رحمۃ اللہ نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلاکت ہے! ہلاکت ہے! ہلاکت ہے! اس کے لیے، جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے بیان کرے اور جھوٹ بولے۔(۱)

شارحِ ابوداوٗد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ

"یہ (لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا) جھوٹ کی تمام قسموں میں سب سے زیادہ سخت حرام ہے"۔(۲)

غور کیجیے کہ وہ پروگرام کس طرح جائز ہوسکتا ہے، جس کا مقصد لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ پر مشتمل قصوں کو پیش کرنا ہو؟

ہنسی اور ٹھٹھے کی ممانعت

اب اس پروگرام کے دوسرے جز کو لیجیے، ہنسی اور ٹھٹھے کے متعلق عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ جائز ہے، مگر اس کے حدود وشرائط کی طرف سے یکسر غافل ہیں، اس لیے معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے ہنسی ومزاح کے کچھ حدود وشرائط مقرر کیے ہیں، ان سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے؛ مثلاً:

---

(۱) أبو داؤد: ۶۸۱/۲

(۲) بذل المجهود شرح أبو داؤد: ۲۷۶/۶

۱- ”مزاح میں بھی جھوٹ سے پرہیز کیا جائے“، اس سلسلے میں وہ حدیث ذہن میں محفوظ رکھی جائے، جس میں ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنے کو ہلاکت قرار دیا ہے؛ یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے۔

نیز حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور آپ کی ہنسی میں جھوٹ قطعی طور پر نہ ہوتا تھا۔

ایک دفعہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مزاح فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! مگر میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔(۱)

۲- مزاح وہنسی میں زیادتی اور مبالغہ نہ کیا جائے؛ بل کہ ضرورت پر خفیف اور معمولی مزاح وہنسی سے کام لیا جائے؛ چناں چہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک دفعہ زور سے ہنسی کرتے دیکھا، تو فرمایا کہ تم لوگ اگر” **ھاذم اللذات** “ (لذتوں کو ختم کردینے والی چیز) یعنی ”موت“ کو یاد کرو، تو تمہاری یہ حالت نہ رہے گی۔(۲)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی ومزاح کی زیادتی پسند نہیں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار فرمایا؛ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا، موت کی یاد کے ذریعے علاج بھی تجویز فرمادیا۔

۳- اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ مزاح سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو؛ یہی مقصد ہے اس حدیث کا، جس میں آیا ہے کہ اپنے (مسلمان) بھائی سے مزاح نہ کرو۔(۳)

---

(۱) جمع الفوائد :۲/۱۶۳

(۲) الترمذي ، مشکاۃ :۴۵۷

(۳) مشکاۃ:۴۱۷ ،الأدب المفرد:۸۲

۴-ایک شرط یہ بھی ہے کہ مزاح کو ایک صنعت وفن اور پیشہ نہ بنایا جائے، جیسے آج کل لوگ کر رہے ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ (ہنسی ومزاح) منع ہے، جس میں زیادتی ہو یا وہ جو بار بار اور ہمیشہ کیا جائے؛ کیوں کہ اس سے اللہ کے ذکر سے اعراض اور دین کے اہم امور میں غور وفکر سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ اکثر وبیشتر دل کی سختی، دوسروں کو ایذا، کینہ وحسد، رعب ووقار کا ختم ہو جانا وغیرہ ہوتا ہے۔(۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: یہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ انسان مزاح وہنسی کو پیشہ بنالے اور اس کو ہمیشہ کرتا رہے اور اس میں زیادتی کرے؛ پھر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دلیل پکڑے۔(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ مزاح وہنسی کو ایک صنعت وفن اور پیشہ بنالینا اور بار بار اس کو اختیار کرنا، اس میں مبالغہ کرنا اور جھوٹ کو اس میں شامل کرنا، جائز نہیں؛ بل کہ ممنوع ہے۔ ان اصولِ شرعیہ کی روشنی میں غور کیا جائے، تو یہ زیرِ بحث پروگرام بھی حرام وناجائز ہی قرار پاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں وہ سب باتیں موجود ہیں، جو ممنوع وناجائز ہیں۔

اسبابِ غفلت کی حرمت

اب اس پروگرام کے تیسرے جز کی طرف آیئے، جو کہ اس پروگرام کا نتیجہ ہے، یعنی ''غفلت''، یہ اس پروگرام کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بل کہ یہ غفلت والی وجہ ٹی-وی کے ہر پروگرام میں موجود ہے، حتی کہ ماہرین نے ٹی-وی کو ایک ''نشہ آور

(۱) فتح الباري:۱۰/۵۲۶-۵۲۷

(۲) إحياء علوم الدين:۳/۱۲۹

شئے“ سے تعبیر کیا ہے۔

اور ڈاکٹر (GUY LYON PLAY FAIR) نے نقل کیا ہے کہ

”یہ نشہ ایسا خطرناک ہے کہ ایک شرابی آدمی ہوسکتا ہے کہ شراب مسلسل دو ہفتوں تک پیے اور ایک تمباکو کا عادی ہوسکتا ہے کہ ایک ماہ مسلسل استعمال کر لے اور ہیروئن وغیرہ نشہ آور چیزوں کا عادی ممکن ہے کہ ایک دن کھا سکے؛ مگر ”ٹی-وی کا خوگر پورا سال روزانہ چوبیس گھنٹے دیکھتا رہتا ہے“۔

نیز لکھتا ہے کہ

”شراب پر خرچ تو ٹیکس اور لائسنس کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے اور ”تمباکو“ خرچ کرنے والے پر بھی کافی ٹیکس لگایا جاتا ہے اور جو کیمیکل عادت کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں، ان پر اس طرح کنٹرول کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کی سند و تصدیق کو ضروری قرار دیا جاتا ہے یا ایسی چیزوں پر پابندی لگادی جاتی ہے، صرف ”ٹی-وی“ کے عادی لوگ ایسے ہیں، جن کو بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے۔(۱)

الغرض! یہ غفلت اسلام کی نظر میں سخت معیوب چیز ہے؛ اسی لیے اسلام نے غفلت کے اسباب کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، یہاں چند چیزوں کو پیش کرتا ہوں:

قرآن کریم نے فرمایا:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. ﴾ ﴿لقمان:٦﴾

ترجمہ: بعض لوگ وہ ہیں، جو کھیل کی باتوں کو خریدتے ہیں، تاکہ اللہ کی

(۱) دیکھو: The EVIL EYE,P;46

راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کریں، بغیر علم کے اور اس کو ہنسی وٹھٹا بنائیں، ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

اس آیت میں " لهو الحديث " (کھیل کی باتیں) خریدنے والوں پر سخت عذاب کی دھمکی ہے " لهو الحديث " سے کیا مراد ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں، مگر راجح اور جمہور کا مختار قول یہ ہے کہ

" كل ما شغلك عن عبادة الله وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها ".(۱)

ترجمہ: یعنی ہر وہ چیز " لهو الحديث " ہے، جو اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل کردے، جیسے راتوں میں غپ شپ کرنا، ہنسی وٹھٹا اور بے تکی باتیں اور گانا وغیرہ۔

یہ تفسیر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اس جیسی بات نقل کی گئی ہے، جس کو **الأدب المفرد** میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے اور ابن ابي الدنيا، ابن جرير، ابن ابي حاتم، ابن مردويہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔(۲)

> حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے کھیلوں میں سے ہر کھیل باطل ہے، سوائے تین کھیلوں کے، ایک "تیراندازی"، دوسرے "گھوڑے کی تادیب" (یعنی سواری)، تیسرے "اپنی بیوی سے کھیلنا"؛ کیوں کہ یہ چیزیں حق میں سے ہیں۔(۳)

---

(۱) روح المعاني:۲۱/ ٦٧، نیز دیکھو: تفسير ثعالبي:۳/ ۲۰۷

(۲) روح المعاني:۲۱/ ٦٧

(۳) المستدرك للحاكم: بحوالہ: احکام القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب:۳/۱۸۸

آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ غفلت میں ڈالنے والے کھیل اور ہنسی ومزاح جائز نہیں ہیں؛ بل کہ ممنوع وحرام ہیں؛ کیوں کہ ان سے غفلت پیدا ہوتی ہے، اللہ کی عبادت وذکر میں ان سے خلل پڑتا ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ ٹیلی ویژن کا یہ مزاحیہ پروگرام، جو غفلت کا سبب ہے کیسے جائز ہوسکتا ہے اور علی الاطلاق اس کو کس طرح حدودِ جواز میں داخل کیا جاسکتا ہے؟

ایک علمی افادہ!

اس موقعے پر مذکورہ بالا آیت " **لهو الحديث** " سے متعلق ایک بحث پیدا ہوتی ہے، جو اہلِ علم کے افادے کے لیے پیش ہے:

وہ یہ کہ آیت میں " **لهو الحديث** " پر جو عذاب کی شدید دھمکی آئی ہے، وہ ان لوگوں کے لیے ہے، جو " **لهو الحديث** " کو اس لیے خریدتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کریں اور اللہ کی آیات کو مذاق اور ٹھٹھا بنائیں، مگر مسلمان ٹی-وی وغیرہ لہو چیزوں کو اس مقصد کے لیے نہیں خریدتے، تو ان پر یہ آیت کیسے منطبق ہوسکتی ہے؟ اس کے متعدد جوابات ہیں:

۱- ایک یہ کہ اس سے اللہ کی عبادت وذکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے، جو کہ "**لهو الحديث** " کا نتیجہ ہے؛ اس لیے یہ آیت مسلمانوں کے عمل پر بھی منطبق ہوتی ہے؛ البتہ قرآن میں ذکر کردہ گندے مقاصد نہ ہونے کی وجہ سے عذاب میں بھی کمی ہوگی؛ علامہ ثعالبی رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والآية باقية المعنىٰ في الأمة غا برالدهر ؛ لكن ليس ليضلوا عن سبيل الله ولا ليتخذوا آيات الله هزواً ولا عليهم هذا الوعيد بل ليعطلوا عبادة ويقطعوا زمناً بمكروه.(۱)

---

(۱) تفسیر ثعالبی: ۳/۳۰

ترجمۃ: یہ آیت امت میں اپنے معنے کے لحاظ سے باقی ہے؛ لیکن اس لیے نہیں کہ وہ (مسلمان) لوگ (لہوالحدیث سے) اللہ کے راستے سے گمراہ کرتے ہیں اور نہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کو ٹھٹا بناتے ہیں اور نہ ان پر وعید ہے؛ بل کہ اس لیے کہ وہ (اس لہوالحدیث کی وجہ سے) عبادت کو معطل کرتے ہیں اور ایک زمانہ ناپسند کام میں گذارتے ہیں۔

غرض یہ کہ ٹی-وی کے یہ پروگرام اللہ سے غفلت ،اس کی عبادت سے لاپرواہی اور وقت کی بربادی کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس آیت کا مصداق ہیں۔

۲-دوسرا جواب یہ ہے کہ " **لیضل** " میں " **لام** " تعلیل کے لیے نہیں ہے؛ بل کہ یہ "لامِ عاقبت" ہے، جو کسی چیز کا انجام بتانے کے لیے آتا ہے؛ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ "بعض لوگ لہوالحدیث خریدتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ (خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں) اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اللہ کی آیات کو مذاق بناتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس معنے کے لحاظ سے یہ آیت زیرِ بحث لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس سے نتیجۃً گمراہی اور دین سے مذاق کی نوبت آہی جاتی ہے اور اس آیت میں "لام" کو لامِ عاقبت قرار دینا بعض علما سے منقول ہے۔(۱)

۳-تیسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ " **یتخذوھا** " میں " **ھا** " ضمیر کو " **آیات اللّٰہ** " سے کنایہ قرار دیا جائے یا " **سبیل اللّٰہ** "

---

(۱) دیکھو: روح المعاني: ۲۹/ ۷۹

کی طرف اس کوراجع کیا جائے، جیسا کہ اکثر مفسرین نے کیا ہے؛ لیکن اگر ”ھا“ ضمیر سے ”حدیثِ لہو“ مرادلیا جائے، جس کا ذکر آیت میں ہے اور حدیث سے اس کی جمع احادیث مراد لی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ

”بعض لوگ“ لهو الحديث “ اس لیے خریدتے ہیں کہ لوگوں کو گمراہ کریں اور اس لیے کہ ان (کھیل کی باتوں) کو مذاق وٹھٹا بنائیں“۔ تو سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (کما هو ظاهر جداً لِمَن تدبر وتفكر) چناں چہ مذکورہ تاویل بعض اہلِ علم حضرات سے منقول ہے۔(۱)

گر چہ اس کوضعیف قرار دیا گیا ہے، مگر معنے کے لحاظ سے صحیح معلوم ہوتی ہے۔

حاصل کلام: یہ کہ یہ مزاحیہ پروگرام اپنے مشتملات کے لحاظ سے بھی اور نتائج وعواقب کے لحاظ سے بھی شریعت کی نظر میں غلط اور نا جائز ہے۔

مفید ومعلوماتی پروگرام

ٹی-وی پر دیکھے جانے والے پروگراموں میں بعض وہ ہیں، جو صحیح واقعات، تاریخی حقائق، سائنسی تجربات، مفید خبروں پر مشتمل ہوتے ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ صحیح تاریخی واقعات، سائنسی تجربات، جدید معلومات اور اخبار وحوادثات کا جاننا جائز؛ بل کہ صحیح مقاصد کے لیے ہو، تو درجۂ عبادت بھی پا سکتا ہے اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ آج کی ترقی پذیر تہذیب وتمدن میں اس کا اہم ترین مقام بھی ہے۔

مگر ایک مسلمان کو سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیے کہ کہیں ان چیزوں کے پیچھے خدا کو ناراض کرنے والی کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو، جس کی بنا پر ہم خدا کی بارگاہ

---

(۱) دیکھو: روح المعاني:۹/۲۹ ے

میں قابلِ عتاب قرار دیے جائیں!!!

میں نے اس قسم کے پروگرام پر بہت غور وخوض کیا اور پوری روشن خیالی اور وسعتِ ذہنی کے ساتھ اس پر اپنی پوری توجہ صرف کی اور اس کے نتیجے میں جو بات حاصل ہوئی، شرعی دلائل کی روشنی میں اس کو یہاں پیش کرتا ہوں۔

مفید ہونا دلیلِ جواز نہیں

اس قسم کے مفید و نافع پروگراموں کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ جائز ہیں اور وجہِ جواز صرف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ''ان سے فلاں قسم کا فائدہ اور اتنا اور ایسا نفع ہوتا ہے''۔ اس میں تو واقعی کسی شبہے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس قسم کے پروگراموں سے فائدہ و نفع ہوتا ہے، مگر کیا اتنی سی بات کہ یہ ''مفید و نافع'' ہے، کسی چیز کے جائز ہونے کے لیے کافی ہے؟ ہرگز نہیں! کیوں کہ قرآنِ عزیز شراب اور جوے میں نفع و فائدہ کا ہونا تسلیم کرتا ہے؛ مگر اس کے باوجود، اس کو ناجائز اور گناہ کا کام قرار دیتا ہے؛ چناں چہ کہتا ہے:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا . ﴾ ﴿البقرة : ۲۱۹﴾

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ ان سے کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں۔

غور کیجیے کہ قرآن، شراب و جوے میں منافع کا ہونا خود تسلیم کر رہا ہے، مگر ساتھ ساتھ ان کو گناہ بھی قرار دے رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ محض کسی چیز کا مفید و نافع ہونا، حلال و جائز ہونے کے لیے کافی نہیں ہے؛ بل کہ اس کے ساتھ ہر قسم کے مضر پہلوؤں اور فاسد عنصروں سے پاک ہونا بھی ضروری ہے، جب تک ایک چیز تمام

مفاسد ومضرات سے پاک نہ ہوگی، وہ جائز نہیں ہوسکتی، اگر چہ اس میں بہت سے نفع بخش پہلو موجود ہوں۔

علامہ ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ فقہائے حنفیہ میں سے ایک مشہور فقیہ گزرے ہیں، انھوں نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

" وليس من الضرورات أن يكون كل غرض و نفع يكسبه الإنسان جائزاً و مباحاً ، كيف؟ والشيء إذا غلب شرهٗ علٰى خيره و ضررهٗ علٰى نفعه عد من المضرات عند العقلاء قطعًا ، وإلا فلا شيء من السموم والمهلكات لايكون فيه نفع و فائدة.(۱)

ترجمہ: اورکوئی ضروری نہیں کہ ہر غرض ونفع، جو انسان حاصل کرتا ہے، وہ جائز ومباح ہو جائے، یہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟ جب کہ اگر خیر پر شر کا اور نفع پر نقصان کا غلبہ ہو، تو اہلِ عقل ودانش کے نزدیک یہ مضرات ونقصان دہ چیزوں میں سے شمار ہوتا ہے، ورنہ تو زہر اور مہلک اشیا میں سے بھی کوئی چیز ایسی نہیں، جس میں کوئی فائدہ ونفع ہی نہ ہو۔

آگے وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے اس سلسلے میں ایک اصول و ضابطہ تحریر فرماتے ہیں:

إن اللّهوَ علٰى أنواع: لهومجرد ، ولهو فيه نفع و فائدة ؛ ولكن ورد في الشرع نهي صريح عنه . ولهو فيه فائدة ولم يكن يرد فى الشرع نهى صريح عنه ولكن ثبت بالتجربة أنه يكون ضرره أعظم من نفعه ملتحق

(۱) احکام القرآن :۳/۲۰۰

بالنهي عنه .(۱)

ترجمہ : لہو ولعب کی چند اقسام ہیں : ایک محض لہو ولعب (جس میں کوئی نفع کا پہلو نہ ہو) دوسرے وہ لہو، جس میں نفع تو ہو؛ لیکن شریعت میں اس سے صراحۃً نہی ومنع وارد ہو اور تیسرے وہ، جس میں نفع ہو اور شرع میں اس سے صراحت سے منع بھی نہ کیا گیا ہو؛ لیکن تجربے سے اس کا نقصان اس کے نفع سے بڑھا ہوا ہو، تو یہ بھی منع کے ساتھ ملحق ہے۔

مضر پہلو

اس توضیح کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ اب بحث کا مرکزی نقطہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس پروگرام میں افادیت ونافعیت ہے یا نہیں ؟ بل کہ یہ ہونا چاہیے کہ اس میں مفاسد ومضرات ہیں یا نہیں ؟

اور یہ بات آسانی کے ساتھ معلوم ہو سکتی ہے؛ کیوں کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ٹی - وی اسکرین پر پروگرام کے اندر مردوں یا عورتوں کی یا دونوں کی صورتیں ہوتی ہیں، خواہ ان صورتوں کو عکس کہیے یا تصویر قرار دیجیے اور یہ صورتیں پورے رنگ وروغن کے ساتھ اور سجی دھجی اور زیب وزینت کے تمام لوازمات سے آراستہ پیراستہ ہوتی ہیں اور اپنی اداکاریوں سے توجہ کا مرکز ہوتی ہیں اور خواہشات میں تحریک پیدا کرنے والی ہوتی ہیں ۔

اب اس پر غور کیجیے کہ کیا یہ صورتیں فتنے وفساد کا سبب نہیں ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ شہوانی جذبات کو اپیل کرنے والی اور ان میں تحریک کرنے والی صورتیں، اسلامی نقطۂ

---

(۱) احکام القرآن للجصاص:۳/۲۰۱

خیال کے مطابق سراسر فتنے وفساد کا سبب ہیں ؛ کیوں کہ ان سے خفتہ جذبات بیدار ہوتے ہیں، ذہنوں میں برائی کے نقوش مرتسم ہوتے ہیں اور اذہان برائی وفحش کاری کی طرف میلان کرنے لگتے ہیں، یہی وہ فتنہ ہے، جس کی روک تھام کے لیے نظروں کو نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، عورت کو خوشبو لگا کر باہر جانے سے منع کیا ہے اور عورت کو پیر مارتے ہوئے چلنے سے روکا گیا ہے، جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ٹی-وی کی ان صورتوں اور تصویروں سے مذکورہ بالا امور سے بڑھ کر فتنہ وفساد پھیلتا ہے، تو پھر یہ کیوں کر باعثِ فتنہ وفساد نہ قرار دی جائیں گی؟

الغرض! جب ان تصویروں سے بھی فتنہ ہوتا ہے اور ان میں بھی مضر پہلو موجود ہیں اور خدا کو ناراض کرنے والی چیزیں پائی جاتی ہیں، تو یہ کیوں کر جائز ہوں گی؟

پردے پر عورت نہ آئے تو......؟

یہاں یہ بات بھی صاف ہو جانا چاہیے کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ٹی-وی پر عورت نہ آئے، تو اس میں فتنے کا پہلو ختم ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ حدودِ جواز میں داخل ہو جاتا ہے، حتی کہ ایک معاصر عالم مولانا" خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہٗ" نے بھی اس نظریے کو پیش کیا ہے؛ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

> "ٹی-وی پر ذی روح کی تصویر میں اگر نگیٹیو (Negative) لینے کے بعد اس کے ذریعے نشر کی جائیں، تب تو اس کا حکم تصویر کا ہے اور اگر براہِ راست ٹیلی کاسٹ (Tele cast) کیا جائے کہ فلم بنائی ہی نہ جائے، تو یہ عکس ہے اور اس وقت درست ہے، جب کسی خاتون کو سامنے نہ لایا جائے۔(۱)

---

(۱) جدید فقہی مسائل:۲۰۲

مگر مولانا کی یہ بات مخدوش ہے؛ کیوں کہ "خاتون کو سامنے نہ لایا جائے" کی قید غالباً اسی لیے ہوگی کہ مرد اس کو دیکھ کر فتنے میں مبتلا ہوں گے، تو غور کیجیے کہ اگر پردے پر مرد کو لایا جائے، تو کیا اس کو دیکھ کر عورتیں فتنے میں مبتلا نہ ہوں گی؟ ظاہر ہے کہ جس طرح عورت مرد کے لیے فتنے کا باعث ہے، مرد بھی عورت کے لیے فتنے کا سبب ہے، پھر دونوں میں تفریق کی کیا وجہ؟ خود حدیث میں ہے کہ

> حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (ایک نابینا صحابی) دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ وحضرت میمونہ رضی اللہ عنہما موجود تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں عورتوں کو ان نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم دیا، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ صحابی تو اندھے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، کیا تم دیکھتی نہیں؟ (۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کی طرح عورت کو بھی حکم ہے کہ غیر جنس کو نہ دیکھے؛ نیز قرآنِ مجید میں جس طرح نظروں کو نیچی رکھنے کا حکم مردوں کو دیا گیا ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے۔

رہا یہ کہ "فقہا نے عورتوں کو اجازت دی ہے کہ مرد کو دیکھے، بہ شرطیکہ شہوت نہ ہو"، تو عرض ہے کہ اولاً تو یہ تمام فقہا کا مذہب نہیں ہے، پھر اس میں جو شرط لگائی گئی ہے کہ شہوت نہ ہو، اس کا تحقق شاذ ونادر ہی ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ مسئلہ ایک فرضی مسئلے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ہے اور فقہائے کرام بعض بعض ایسے مسائل بھی بیان کرتے ہیں، جو شاذ ونادر ہی پیش آتے ہیں، جیسا کہ کتبِ فقہ سے شغف رکھنے والے پر مخفی

---

(۱) الترمذي: ۱۱۴/۲، أبو داؤد، النسائي، البيهقي

نہیں؛ لہٰذا اس کی بنیاد پر موجودہ زمانے کے لوگوں کو اجازت مرحمت فرمانا، نہ اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ اسلامی مزاج سے ہم آہنگ ہے؛ نیز موجودہ ماحول و معاشرے میں پھیلے ہوئے فاسد عناصر کے پیشِ نظر اس کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تعجب اور حیرت ہے کہ مولانا نے ان باتوں سے قطعِ نظر کس طرح اس کا جواز فراہم کر دیا؟

غرض یہ کہ ٹی-وی کے پردے پر نشر ہونے والی صورت عورت کی ہو یا مرد کی، بہ ہر حال! وہ باعثِ فتنہ و فساد ہے اور اس صورتِ حال نے مردوں اور عورتوں دونوں کو غیر معمولی جذباتی ہیجان میں مبتلا کر دیا ہے اور شہوانی جذبات کی ایک بھٹی ہے، جو سینوں میں بھڑکا دی ہے اور یہ وہ حقائق ہیں، جن کا کوئی صاحبِ عقل و انصاف انکار نہیں کر سکتا، پھر دیکھ لیا جائے کہ اس فتنہ و فساد کے باوجود کیوں کر اس پروگرام کو حدودِ جواز میں داخل کیا جا سکتا ہے؟

عکس یا تصویر

اس موقع پر یہ مسئلہ بھی زیرِ بحث لایا جاتا ہے کہ ٹی-وی کے پردے پر نظر آنے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں یا عکس (Reflection) قرار دی جانے کی مستحق؟

ہمارے نزدیک یہ مسئلہ چنداں اہمیت کا حامل نہیں ہے؛ کیوں کہ اس تحقیق پر اس کا حکم موقوف نہیں ہے، جیسا کہ ظاہر ہو جائے گا؛ مگر چوں کہ بعض لوگ (جن میں اللہ بھلا کرے بعض علما بھی شامل ہیں) ٹی-وی اور ''وی-سی-آر'' کے مسئلے پر بحث کرتے ہیں، تو بیٹھتے ہی یہ بحث کرنے لگتے ہیں کہ اس پر دکھائی جانے والی صورتیں، تصاویر نہیں؛ بل کہ عکس ہے اور عکس دیکھنے میں کوئی برائی نہیں ہے، اس لیے ہم نے بڑی تفصیل سے اس مسئلے پر اوپر کلام کر دیا ہے۔

اب اتنی بات مزید عرض کرتا ہوں کہ ان حضرات کا ٹی-وی کے جواز پر اس کی صورتوں کو عکس کہہ کر استدلال کرنا عجیب ہے اور یہ طرزِ استدلال نہایت غیر منطقی ہے؛ کیوں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ صورتیں عکس ہیں، تصاویر نہیں، تب بھی یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ یہ جائز ہے؟ کیا کوئی شرعی دلیل یہ ثابت کرتی ہے کہ عکس، خواہ کسی قسم کا ہو، اس کو دیکھنا اور اس سے انتفاع کرنا جائز ہے۔ قرآن و حدیث کی صریح دلیل نہیں، تو کم از کم کسی فقیہ کی عبارت اس عموم کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے؟

علما پر مخفی نہیں کہ قیاس دو مقدموں سے بنتا ہے، مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ مقدمہ بیان کر کے کہ ٹی-وی کے پردے پر نظر آنے والی صورتیں عکس ہیں ''نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ یہ جائز ہے'' حال آں کہ ایک مقدمہ مفیدِ نتیجہ نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا اس میں ایک اور مقدمہ بھی لگانا ضروری ہوا۔

پھر بعض حضرات جو اپنے کو کچھ منطقی فرض کرتے ہیں، وہ ایک مقدمہ یہ ملاتے ہیں کہ'' آئینے میں جو عکس نظر آتا ہے، وہ جائز ہے؛ لہٰذا ٹی-وی کا عکس بھی جائز ہے، مگر اہلِ علم جانتے ہیں کہ شکلِ اول کے نتیجہ دینے کی ایک شرط کلیتِ کبریٰ ہے؛ لہٰذا جب تک کہ ہر عکس کو جائز ثابت نہ کیا جائے گا، یہ شکل و قیاس نتیجہ نہیں دے سکتا؛ لہٰذا پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ ہر عکس خواہ وہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو، جائز ہے، پھر نتیجہ مرتب کیا جائے، مگر یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ خود فقہائے کرام نے بعض قسم کے عکس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

> اجنبی عورت کا عکس پانی یا آئینے میں دیکھنا ''حرام ہونا چاہیے'' کیوں کہ فتنے اور شہوت کا اندیشہ ہے، پھر علامہ ابن حجر شافعی

رحمۃ اللہ سے بھی اس بات کی ترجیح نقل کی ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ ہر عکس جائز ومباح نہیں ہے، تو پھر ٹی-وی کی صورتوں کو عکس ماننے سے اس کا جائز ہونا ثابت نہ ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔

دوسرے اس سلسلے میں یہ بات نہایت اہم اور لائقِ توجہ ہے کہ اسلام میں احکام کا مدار علت پر ہے؛ لہٰذا جن احکامات کی علت منصوص یا معقول (عقل میں آنے والی) ہو، ان کا وہ حکم اسی علت کی بنا پر ہوگا، جیسے شراب حرام ہے اور اس کی وجہ وعلت ''نشہ'' ہے؛ لہٰذا نشہ مدارِ حکم ہے، پھر اگر وہ علت کسی اور چیز میں پائی جائے، تو وہ دوسری چیز بھی حرام ہوگی، جیسے ''نشہ'' اگر کسی اور چیز میں پایا جائے، تو وہ چیز بھی شراب کی طرح حرام ہوگی۔

جب یہ اصول معلوم ہوگیا، تو اب اسی اصول پر ٹی-وی کی صورتوں کا حکم بھی معلوم ہوسکتا ہے؛ چناں چہ ہم ان صورتوں کو تصویر نہیں، عکس اور پرچھائی مان لیں، تو دیکھنا یہ ہے کہ تصویر جن علتوں اور وجوہات کی بنا پر حرام قرار دی گئی ہے، ان میں سے سب یا بعض علتیں اس عکس میں تو نہیں پائی جاتیں؟ اگر پائی جاتی ہوں، تو ان صورتوں کو بھی تصویر کے حکم میں داخل ماننا ہوگا؛ اگر چہ یہ حقیقت میں عکس ہوں اور اگر ان میں وہ علتیں نہ پائی جائیں، تو ان کو تصویر کے حکم سے خارج کہا جاسکے گا۔

غور کرنے پر واضح ہوتا ہے کہ تصویر جن علتوں کی بنیاد پر حرام ہے، ان میں سے بعض علتیں ٹی-وی کے عکس (اگر ان کو عکس کہنا صحیح ہو) میں پائی جاتی ہیں: چناں چہ تصویر کی حرمت کن وجوہ کی بنا پر ہے؟ اس بارے میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے علامہ خطابی رحمۃ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ

''تصویر بنانے والے کا عذاب اس قدر سخت اس لیے ہے کہ

---

(۱) در مختار:۶/۳۷۲

تصاویر اللہ کو چھوڑ کر پوجی جاتی ہیں اور ان کی طرف دیکھنا فتنے میں ڈالتا ہے اور بعض نفوس ان کی طرف میلان کرتے ہیں۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ تصویر کو تین وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے:

۱-شرک کا سبب ہونے کی وجہ سے۔

۲-لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونے کی وجہ سے۔

۳-نفوس کے ان کی طرف میلان کرنے کی وجہ سے۔

اور حرمت کی یہ تینوں وجوہات ٹی-وی کے پردے پر نظر آنے والی صورتوں میں بہ وجہِ اتم پائی جاتی ہیں؛ چناں چہ تصویر کا پوجا جانا سب کو معلوم ہے اور آج شرک کا ایک بڑا ذریعہ یہی ہے۔

اور اگر بالفرض پہلی وجہِ حرمت کو ٹی-وی کے تصویر میں نہ مانا جائے، تب بھی اس میں کلام کی گنجائش نہیں کہ باقی وجوہات اس میں پائی جاتی ہیں۔

غور فرمایئے کہ کیا اس سے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی قوتِ شہوانیہ میں تحریک نہیں ہوتی؟ کیا اس سے ان کے خفتہ جذبات بے دار نہیں ہوتے؟ کیا ان میں ہیجانی کیفیات نمودار نہیں ہوتیں؟ جب یہ سب کچھ ہوتا ہے، تو پھر تصویر کی طرح یہ عکس بھی کیوں نہ حرام ہوگا؟ بل کہ حقیقت یہ ہے کہ تصویر سے زیادہ ٹیلی ویژن کے عکس میں جنسی جذبات اور شہوانی خیالات کو اپیل کرنے والی کیفیات وخصوصیات ہوتی ہیں اور اس عکس میں حرکت بھی ہوتی ہے، جس سے اور زیادہ فتنہ ابھرتا ہے، تو اس کے تصویر سے زیادہ حرام ہونے میں بھی شبہ نہ ہونا چاہیے۔

اب رہا وہ اصل سوال کہ ''ٹی-وی کی صورتیں عکس ہیں یا تصویر''؟ تو اس پر ہم نے اوپر تفصیل سے کلام کر دیا ہے اور فنی اعتبار سے اس کو ثابت کر دیا ہے کہ پروگرام

---

(۱) فتح الباري شرح البخاري: ۳۸۴/۱۰

خواہ براہِ راست نشر کیا جائے یا نگیٹیو لینے کے بعد، ہر صورت میں اس کی صورتیں تصاویر کے حکم میں ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ عکس نہیں؛ بل کہ تصویر کے حکم میں ہے، تو اسی سے اس کا حرام و ناجائز ہونا بھی ثابت ہوگیا بہ شرطیکہ یہ جان دار چیزوں کی صورت ہو۔ ہاں! اگر غیر جان دار کی ہو، تو اس کا حکم جواز کا ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

الغرض! زیرِ بحث پروگرام، جس میں مفید و معلوماتی چیزیں نشر کی جاتی ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں تصاویر ہوتی ہیں، جو شرعاً حرام و ناجائز ہیں، یہ بھی شرعی اعتبار سے ناجائز قرار پاتا ہے، اگر چہ اس میں کچھ فائدہ و نفع بھی ہو، مگر اس سے اس کے مفاسد کی برائی و حرمت ختم نہیں ہو جاتی، اس لیے یہ ناجائز و حرام ہے۔

اسپورٹس میچ (Sports match) پروگرام

زمانۂ حال میں جہاں اور بہت سی چیزوں کو ترقی ہوئی ہے، وہیں اسپورٹس (Sports) کو بھی خوب ترقی ملی ہے اور اس کی نت نئی شکلیں رائج ہیں اور اس کی ترقی کا ایک زینہ یہ بھی ہے کہ جب کسی جگہ اسپورٹس میچ ہوتے ہیں، تو ٹی-وی کے پردے پر نشر کیے جاتے ہیں اور لوگ پورے انہماک اور خصوصی دل چسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ان کا نظارہ کرتے ہیں۔

اسلام اور اسپورٹس

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام میں اسپورٹس جائز ہے اور بعض حدیثوں میں اس کی ترغیب بھی آئی ہے، مثال کے طور پر:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جو (سپہ گری کی) مشق کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پیچھے سے آپ کے کانوں کے درمیان سے دیکھ رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اے بنی ارفدہ! اس کھیل کو مضبوط پکڑ لو، تاکہ یہود ونصاریٰ جان لیں کہ ہمارے دین میں سہولت ہے۔(۱)

مطلب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھیل کود کرتے رہو، میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں خشکی اور شدت معلوم ہو۔(۲)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصارِ مدینہ میں ایک صاحب دوڑ میں بڑے ماہر تھے، کوئی ان سے آگے نہ جاسکتا تھا؛ انہوں نے ایک روز اعلان کیا کہ کوئی ہے، جو دوڑ میں میرا مقابلہ کرسکے؟ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں ان کا مقابلہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، میں نے مقابلہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔(۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے دوڑ میں مسابقت کی اور حضرت زبیر

---

(۱) کنز العمال:۱۵/۹۷، ح ر:۴۰۶۲۹

(۲) کنز العمال:۱۵/۹۲، ح ر:۴۰۶۰۹

(۳) المسلم:۳۳۷۲، مسند أحمد:۱۵۹۴۲

آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ ربِ کعبہ کی قسم! میں اب کی مرتبہ آپ سے
آگے بڑھ گیا، پھر دوبارہ ان حضرات نے مسابقت کی، تو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ ربِ کعبہ کی قسم! میں اب کی مرتبہ تم
سے آگے بڑھ گیا۔(۱)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ پہلوان سے کشتی
فرمائی اور اس کو پچھاڑ دیا۔(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن مرد کا بہترین کھیل تیراکی ہے
اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا ہے۔(۳)

یہ اور اس قسم کی اور حدیثیں اسپورٹ کی اور اسپورٹ میچ کی اجازت اور ترغیب
دیتی ہیں، اسی طرح ان کھیلوں کو دیکھنے کی بھی اجازت دیتی ہیں۔

اسپورٹ کے جواز کی شرائط

مگر اتنا یاد رہے کہ اسلام میں اسپورٹ کا جواز چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اگر
وہ شرطیں موجود ہوں، تو یہ جائز ہوگا اور اگر موجود نہ ہوں، تو ناجائز اور وہ شرطیں یہ ہیں:

۱- ایک یہ کہ محض وقت گزاری مقصد نہ ہو۔

۲- ان کھیلوں میں کوئی معتد بہ فائدہ ہو، جیسے بدن میں چستی اور قلب میں
سرور پیدا کرنا وغیرہ۔

۳- ان میں لگنے سے دینی یا دنیوی امور میں خلل نہ پڑے۔

---

(۱) کنز العمال:۹۸/۱۵، ح:۴۰۶۷۴

(۲) أبو داؤد:۳۰۰۶ و الترمذي:۱۷۰۶

(۳) الجامع الصغیر للسیوطي:۴۰۷۶

ان شرائط کی تفصیل کے لیے ”مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کا رسالہ ”السعي الحثيث“ کا مطالعہ کیا جائے، جو ”احکام القرآن“ کا جز ہو کر شائع شدہ ہے۔

الغرض! حدود و قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے شریعتِ اسلام میں اسپورٹ کی اجازت ہے، مگر یہاں مسئلہ زیرِ بحث یہ ہے کہ اس کا ٹی-وی پر دیکھنا کیسا ہے؟ یہ مسئلہ قابلِ غور ہے؛ کیوں کہ ہم اوپر واضح کر آئے ہیں کہ ٹی-وی پر نشر ہونے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں اور ان سے تباہ کن اور خطرناک نتائج مرتب ہوتے ہیں؛ لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر اسپورٹ میچ کا بھی ٹی-وی پر دیکھنا جائز نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ آج کل جس قدر انہماک سے لوگ اس کو دیکھنے میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں دینی و دنیوی امور میں جو خلل واقع ہوتا ہے، مثلاً نمازیں غائب ہو جاتی ہیں، دکان اور تجارتیں ٹھپ ہو جاتی ہیں اور آدمی ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے پیشِ نظر بھی اس کو جائز قرار دینا مشکل ہے؛ کیوں کہ یہ ”لهو الحديث“ میں داخل ہوگا، جس کا حرام ہونا اوپر تفصیل سے گذر چکا ہے۔

حاصل یہ کہ ایک تو تصویر ہونے اور اس سے مفاسد و مضرات کے پیدا ہونے کی وجہ سے اور دوسرے اس میں دین و دنیا کے ضروری امور سے غفلت ہونے کی وجہ سے، یہ پروگرام بھی جائز نہیں ہے۔

دینی ومذہبی پروگرام

بعض اوقات ٹی-وی پر مذہبی ودینی پروگرام بھی پیش کیا جاتا ہے، اس کے متعلق وہ تجدد پسند طقبہ، (جو دین سے بھی تعلق وہمدردی رکھتا ہے اور اشاعتِ دین کا نیک جذبہ بھی ان میں موج زن ہے) یہ خیال کرتا ہے کہ ایسے پروگراموں کو جائز ہونا چاہیے؛ کیوں کہ اس سے دین کی اشاعت وخدمت ہوتی ہے۔

انہی حضرات کا خیال ہے کہ ٹی-وی سے دینی واصلاحی خدمت لینا اہم ترین اسلامی اور شرعی ضرورت ہے، جب کہ کفار ومشرکین اور مختلف اِزْموں کے علم بردار اس سے کام لیتے ہوئے، اپنے باطل مزعومات اور فاسد خیالات کی، کفروشرک کی اور فحش وعریانیت کی اشاعت وتشہیر کر رہے ہیں، تو کیوں نہ یہ آلہ، جو خدا کی قدرت کا ایک شاہ کار ہے، دین وشریعت کی اشاعت وتشہیر، تبلیغ وتفہیم کے لیے استعمال کیا جائے؟

میں ان حضرات کے ان نیک جذبات وخیالات کی قدر کرتا ہوں؛ مگر ساتھ ہی ان کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ دین کے کسی کام کے لیے محض جذبے کی نیکی اور خیالات کی پاکیزگی کافی نہیں ہوا کرتی؛ بل کہ کام کا صحیح رخ پر ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔

خیر بہ ذریعے شر!

اس لیے یہاں ایک بات اصولی طور پر جان لینا چاہیے، وہ یہ کہ کسی کام میں جذبہ تو ہو ''نیک''، مگر اس نیک جذبے کو پورا کرنے کے لیے جو کام کیا جائے، یا یوں

کہیے کہ اس نیک کام کو انجام دینے کے لیے جس کو ذریعہ بنایا جائے، وہ ہو "شر کی بات"، تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

موٹی بات ہے کہ صدقہ کرنے کے لیے کسی کا مال چرانے کی اجازت تو نہیں دی جا سکتی؟ یا شراب سے مال حاصل کرنے کا فتویٰ تو نہیں دیا جا سکتا؟

علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ قمار (یعنی جوا) کھیلتے تھے، وہ جوئے کے ذریعے جیتا ہوا سارا مال فقرا اور محتاجوں کو دے دیا کرتے تھے اور اپنے کام میں نہیں لاتے تھے۔ (۱)

مگر اس کے باوجود قرآن نے جوے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور اس کو شیطانی حرکت قرار دیا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ جب جوے سے یہ نیک کام متعلق تھا کہ فقرا و مساکین کی مدد و نصرت ہوتی تھی، جو کہ ایک خیر و بھلائی ہے، تو پھر اس سے اسلام میں منع کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اس سے اس لیے منع کیا گیا کہ یہ "خیر بہ ذریعے شر" ہے اور اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔

اسی طرح اس پر غور کرنا چاہیے کہ اسلام اور دین کی اشاعت و تبلیغ، ٹی-وی کے ذریعے کی جائے گی، تو ظاہر ہے کہ وہ مفاسد و خرابیاں ضرور رونما ہوں گی، جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور یہ بات اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ ٹی-وی کی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں، جو کہ اسلام میں حرام ہے، تو اس خیر و بھلائی کو ان مفاسد اور خرابیوں کے ذریعے حاصل کرنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے؟

سدِ ذرائع کا شرعی اصول

پھر یہاں ایک اور اصولی بات کی طرف بھی توجہ کرنا چاہیے، وہ یہ کہ شریعت کا

---

(۱) روح المعاني:۲/۱۱۴، تفسير قرطبي:۳/۵۷

ایک اہم اصول وقاعدہ ہے کہ

''جو چیز اپنی ذات کے اعتبار سے حلال وجائز ہے، مگر اس کو کسی ناجائز عمل کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے، تو وہ بھی ممنوع وناجائز ہوجاتی ہے''۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ جو چیز بہ جائے خود جائز ہو، مگر وہ کسی ناجائز کام کا ذریعہ بنتی ہو، تو اسلام میں وہ بھی ناجائز قرار پاتی ہے۔

اس اصول کی روشنی میں غور کرنا چاہیے کہ اگر بالفرض اس زیرِ بحث پروگرام کو ''فی حدذاتہٖ وفی نفسہٖ'' جائز مان لیں، تب بھی اس میں شک نہیں کہ اس پروگرام کے بہانے عام لوگ ان چیزوں کو بھی ٹی-وی کے ذریعے دیکھنے کی جرأت کریں گے، جن کا حرام ہونا واضح ہے، جن کی تفصیل وتحقیق پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

غرض یہ کہ جب لوگوں کو ٹی-وی پر دینی پروگرام کے دیکھنے کی اجازت دی جائے گی، تو اولاً لوگ ٹی-وی کو دینی پروگرام کے لیے خریدیں گے، پھر رفتہ رفتہ اس سے ناجائز پروگرام بھی دیکھیں گے، تو یہ دینی پروگرام حرام میں ابتلا کا ذریعہ بنے گا؛ لہٰذا وہ بھی ناجائز ہوگا۔

اور اس اندیشے اور خوف کو محض عقلی امکان (Logical-Possibility) نہ خیال کریں؛ بل کہ یہ ایک واقعی چیز ہے، اس کے لیے آپ ''ریڈیو'' کی مثال سامنے رکھیں کہ جب ریڈیو میں تلاوتِ قرآن، نعت وحمد، تقریر ووعظ، تفسیر وتاریخ، اسلام اور فقہِ اسلامی وغیرہ دینی امور کو بھی شامل کیا گیا، تو مسلمان خوش ہوگئے اور علما کے سامنے صورتِ حال رکھ کر ان چیزوں کو ''ریڈیو'' سے سننے کے متعلق فتویٰ لیا گیا، حضراتِ علما نے کڑی شرطوں اور سخت قیود کے ساتھ ان مخصوص پروگراموں کے جواز کا فتویٰ دیا؛ مگر کیا لوگ ان حدود وقیود اور شرائط کے پابند رہے؟ اور کیا بات ان جائز پروگراموں تک محدود رہی؟ ہرگز نہیں! بل کہ اب قرآن اور دینی امور کو ''ریڈیو'' سے

سننے کا رواج ہی تقریباً ختم ہو گیا اور وہ صرف گانے بجانے اور واہی تباہی چیزوں کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے، مگر نام اب بھی یہی ہے کہ ”ریڈیو جائز ہے“۔

خلاصہ یہ ہے کہ عوام حدود و قیود کی پرواہ نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں، اس لیے اسلام ایسے مواقع پر فی نفسہٖ حلال چیزوں کو بھی ناجائز قرار دیتا ہے تاکہ حرام میں ابتلا نہ پیش آئے۔

جدت پسندوں کی ایک غلط فہمی

یہاں جدت پسند طبقے کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دینا بھی مناسب ہوگا، وہ یہ کہ بہت سے جدت پسند لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ٹی-وی کے ناجائز ہونے کا فتویٰ سن کر کہتے ہیں کہ علما شروع میں ہر چیز کو حرام کہتے ہیں، پھر خود ہی اسے حلال کر دیں گے، جیسے ریڈیو کو بھی پہلے حرام کہا تھا، پھر حلال کہہ دیا۔

مگر جو صاحبِ عقل ہوگا، وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات ان روشن خیالوں کی تاریک خیالی کا نتیجہ ہے، ورنہ علما نے کبھی حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں بتایا؛ بل کہ جب ریڈیو کی خرافات دیکھی تو حرام قرار دے دیا اور وہ سب چیزیں آج بھی حرام ہی ہیں، کوئی عالم آج بھی ان چیزوں کو جائز نہیں قرار دیتا، جن کی حرمت کا فتویٰ دیا جا چکا ہے، پھر جب علما کو بتایا گیا کہ ریڈیو میں تلاوتِ قرآن بھی ہوتی ہے اور تفسیرِ قرآن بھی، نعت و حمد بھی، وعظ و تقریر بھی؛ تو علما نے شرعی حدود و قیود کے ساتھ ان چیزوں کو سننے کی اجازت دی اور وہ آج بھی جائز ہیں، مگر ان علما کو کیا خبر تھی کہ ریڈیو میں ان دینی امور کو داخل کرنا، بعض عناصر کی جانب سے محض اپنی خواہش کے مطابق ”جواز کا فتویٰ“ حاصل کرنے کی ایک سازش کی تھی اور کسے خبر تھی کہ فتویٰ لیتے ہی حدود و قیود سے آزاد ہو کر یہ لوگ ”ریڈیو جائز ہے“ کی رٹ ایسی لگائیں گے کہ علما کے فتووں

میں موجود حدود وقیود، صرف ان کے لکھے ہوئے کاغذ میں محدود ومقید ہو کر رہ جائیں گے اور امت کو اور علمائے امت کو یہ لوگ یوں دھوکہ دیں گے! افسوس ہے کہ آج یہی تاریک خیال طبقہ اپنے کو سب سے زیادہ روشن خیال کہتا ہے۔

اسی جدت پسند طبقے کی ایک معروف شخصیت ''ڈاکٹر اسرار احمد صاحب'' (پاکستان) ابھی بنگلور تشریف لائے تھے، ان سے ایک اخباری نمائندے نے انٹرویو لیا اور اس میں جدید آلات سے استفادے کے بارے میں سوال کیا، اس پر ڈاکٹر صاحب نے اسی قسم کا ایک شوشہ چھوڑا اور اپنی شانِ تحقیق کے ساتھ یہ فرمایا کہ

> ''علما ہر نئی چیز کو ناجائز کہہ دیتے ہیں، جب لاؤڈ اسپیکر (Loud speaker) کی ایجاد ہوئی، تو مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے اس کو بھی ناجائز قرار دے دیا، پھر آہستہ آہستہ اس کا رواج مساجد میں بھی ہو گیا''۔

ڈاکٹر صاحب کی اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا علم ومطالعہ نہایت درجہ سطحی ہے اور حضراتِ علما وفقہا کے کام کی نوعیت اور نزاکت سے وہ بالکل بے خبر ہیں، اور اسی بے خبری کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ انتہائی غیر معقول بات نکلی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب لاؤڈ اسپیکر (Loud speaker) ایجاد ہو کر اس کا رواج ہونے لگا، تو حضراتِ علمائے کرام سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس کو نماز میں اور دینی ضرورتوں میں استعمال کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

یہ تو ظاہر ہے اور ہر معمولی عقل والا بھی اس کو جانتا ہے کہ اس سوال پر غور وخوض کے لیے علما اور فقہا کو جن اصول اور قواعد کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، ان پر توجہ دیے بغیر اور ان کو فراموش کر کے اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا تھا؛ اس لیے ان حضرات نے ان اصول کے مطابق اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش فرمائی اور ان کی یہ

کوشش مبارک ومسعود کوشش ہے۔

چناں چہ ان حضرات نے اولاً اس طرف توجہ فرمائی کہ اس آلے کے ذریعے امام کی جو آواز مصلیوں تک پہنچتی ہے، وہ امام کی اصلی آواز ہے یا اس آواز کی بازگشت ہے؟ اس تحقیق کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اس پر اصل سوال کا جواب موقوف تھا؛ کیوں کہ اگر اس آلے سے دور تک پہنچنے والی آواز، آوازِ بازگشت ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس آواز پر امام کے پیچھے کھڑے ہوئے مصلیوں کا نقل وحرکت کرنا، ایک نماز سے خارج چیز کی اتباع ہونے کی وجہ سے مفسدِ نماز ہے اور اگر یہ آواز امام کی اصلی وبعینہٖ آواز ہو، تو اس آواز پر مصلیوں کا نقل وحرکت کرنا جائز ہے اور اس سے نماز میں فساد نہیں آتا؛ لہٰذا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ نے اپنے زمانے کے سائنسی اداروں سے اس سلسلے میں رجوع کیا اور ان سے خط وکتابت فرمائی اور اس بارے میں ان کی تحقیق طلب کی۔ اس پر حضرت کو جو جوابات اہلِ سائنس کی جانب سے موصول ہوئے، اس میں اختلاف تھا؛ بعض کی تحقیق یہ تھی کہ یہ آواز اصلی آواز ہے اور بعض کی تحقیق اس کے بالکل خلاف یہ تھی کہ یہ آواز بازگشت ہے۔ اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے جواب لکھا کہ

> ”اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اس آلے سے عینِ صوت بلند نہیں ہوتی بل کہ گونجنے اور ٹکرانے سے اس کی حکایت پہنچ جاتی ہے، تو اس کا استعمال ناجائز ہوتا ہے اور اگر ثابت ہوجائے کہ اس آلے سے عینِ صوت بلند ہوجاتی ہے، تو اس صورت میں اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دونوں احتمال ہوں، تو بھی نماز کے معاملے میں احتیاط کے پیشِ نظر اس کا حکم، ”عدمِ جواز کا ہوگا“۔(۱)

(۱) تفصیل کے لیے دیکھو: امداد الفتاویٰ، جلد: ۱، جواہر الفقہ، جلد: ۱، آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ علما نے یہ عدمِ جواز کا فتویٰ دراصل اہلِ سائنس کے جواب کی بنا پر دیا تھا؛ کیوں کہ وہ لوگ اس آلے سے نکلنے والی آواز کو آوازِ بازگشت کی طرح قرار دے رہے تھے؛ اس لیے اس پر نماز پڑھنے کو احتیاط کی بنا پر ناجائز اور مفسد قرار دیا، یہ اگر غلطی ہے تو علما کی نہیں؛ بل کہ اہلِ سائنس کی غلطی ہے، مگر یہ جدت پسند طبقہ ان تفصیلات سے بے خبر رہ کر علما پر زبانِ لعن وطعن دراز کرتا ہے۔

رہا یہ کہ پھر علما نے لاؤڈ اسپیکر (Loud speaker) کو کس طرح جائز کر دیا؟ اس کا جواب بھی سن لیجیے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے انتقال کے بعد، جب ان کی خدمت میں اس آلے کے بارے میں مسلسل سوالات آنے لگے، تو دوبارہ غور وخوض کیا اور دوبارہ اہلِ سائنس کی طرف رجوع کیا اور متعدد ریڈیو اور صوتیات کے محکموں سے سوال کیا کہ اس آلے کی آواز اصل آواز ہے یا آواز کی نقل؟ تو اس پر اب تمام محکموں سے بالاتفاق یہ جواب آیا کہ اس کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہوتی ہے، اس تحقیق نے اس بنیاد ہی کو جڑ سے ختم کر دیا، جس کی بنا پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے فسادِ نماز کا حکم لگایا تھا، تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے اور دیگر اکابر نے اس آلے کے استعمال کی اجازت دی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

> ”اس غور وفکر کے زمانے میں بھی سوچتا رہا کہ اگر آج حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ دنیا میں تشریف فرما ہوتے اور اس ابتلائے عام کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ تحقیق ملاحظہ فرماتے، تو کیا وہ اپنے سابق فتوے پر جمے رہتے؟ یا اپنی اس خداداد حق پرستی اور عوام کے لیے سہولت کوشی کے پیشِ نظر آپ اپنے اس فتوے کو بدلتے؟ مجھے

اپنے ناقص غور وفکر اور حضرت رحمۃ اللہ کے ذوق کا جس قدر حصہ حاصل تھا، اس نے یہی جواب دیا کہ ''ان حالات میں حضرت ضرور فسادِ نماز کے فتوے سے رجوع فرما لیتے''۔(۱)

اب بتایئے کہ غلطی علما کی ہے یا اہلِ سائنس کی، جنھوں نے پہلے تو اس آلے کی آواز کو نقل اور بازگشت قرار دیا پھر اس کو اصل آواز کہہ دیا؟ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ علمائے کرام نے امت کی خاطر اور شرعی حدود و احکام کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے کس قدر جاں فشانی سے کام لیا ہے اور ان کے مسائل کا حل شرعی نقطۂ نظر سے نکالنے میں کس طرح نزاکت و احتیاط سے کام لیا ہے؟ مگر افسوس! اس ساری تفصیل سے آج ایک شخص آنکھیں بند کر کے عوام کو علما سے بدظن کرنے کے لیے ان پر رکیک حملے کرتا ہے اور اپنی جہالتوں کے باوجود عوام پر اپنا سکہ جمانے کی ناپاک کوشش کرتا ہے۔

ایک اور رُخ سے......

اس کے بعد ایک اور رُخ سے اس پر غور کیجیے، وہ یہ کہ آج جس قدر بھی نئے آلات اور نئے وسائل و ذرائعِ ابلاغ سے دینی کاموں میں مدد لی جا رہی ہے، ان کا فائدہ قطعاً اتنا اور ایسا نہیں ہے جیسا اور جتنا کہ قدیم ذرائع کا ہے اور ان جدید ذرائع سے انتفاع بھی صرف وہی لوگ کرتے ہیں، جن کو دین کے معلوم کرنے کے لیے ان کی ضرورت ہی نہیں؛ کیوں کہ وہ پہلے سے دینی امور سے واقف ہیں اور جن کو دینی معلومات کی ضرورت ہے، وہ ان کے ذریعے دین کو حاصل نہیں کرتے۔

مولانا وحید الدین خان صاحب مدیر ''الرسالہ'' دہلی نے صحیح لکھا ہے کہ

''پاکستان میں ''اسلامائزیشن'' کی اسکیم کے تحت ٹیلی ویژن پر

---

(۱) دیکھو: امداد الفتاویٰ: ۱/ ۸۴۶

اسلامی پروگرام جاری کیے گئے، مگر ان کو صرف وہ لوگ دیکھتے تھے، جن کو اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں اور جن کو دیکھنا چاہیے، ان کا حال یہ تھا کہ جیسے ہی اسلامی پروگرام شروع ہوا، انہوں نے ٹی-وی سیٹ کو بند کردیا"۔

اس کے بعد مولانا وحید الدین نے خوب اور بالکل صحیح کہا کہ

"حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی فکری اصلاح ہمیشہ تبلیغی مہم کے ذریعہ ہوئی ہے، وہ اسکول کی تعلیم یا ٹی-وی کے پروگرام کے ذریعے کبھی پیدا نہیں ہوئی"۔(۱)

اب بتایئے کہ ایک ناجائز چیز کو اختیار کرنے سے کیا حاصل؟ جب کہ اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں، جس دور میں سیدھے سادے طریقے سے اسلام کی اشاعت کی گئی، اس میں جتنے لوگ اسلام کے حلقہ بہ گوش ہوئے اور تعلیماتِ اسلام سے واقف ہوئے، ان نئے آلات کے ذریعے اس کا (حقیقت یہ ہے کہ) سوواں حصہ بھی نہ ہوئے۔

حاصل یہ کہ اولاً تو فی نفسہٖ بھی یہ پروگرام بعض وجوہات سے ناجائز ہے، ثانیاً ناجائز امور میں ابتلا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے بھی ناجائز ہے، ثالثاً جس مقصد کا لوگ ذکر کرتے ہیں، وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا ہے اور اکے دکے واقعات پر مسئلے کا مدار نہیں ہوا کرتا۔

مسلمانوں کا ٹی-وی چینل (Channel)

آج کل بعض حلقوں کی جانب سے یہ آواز اٹھائی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کا بھی ایک "ٹی-وی چینل" (T.V Channel) ہونا چاہیے، تا کہ اس کے ذریعے سے

---

(۱) الرسالہ، بابت: فروری 1991ء

اسلام کی دعوت کو غیروں تک پہنچانے کا کام وفریضہ بہتر انداز میں انجام دیا جا سکے؛ نیز اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کو جو بگاڑ کر پیش کیا جارہا ہے، اس کا اس ''چینل'' سے جواب دیا جائے اور اسلام کی اور مسلمانوں کی واقعی اور اصلی صورت سے غیر جانب دار لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔

لیکن سوال وہی ہے، جو اوپر پیش کیا گیا کہ کیا اس کے ذریعے واقعی اسلام اور اہلِ اسلام کی یہ خدمت انجام پاتی ہے؟ اور کیا اس کے سوا کوئی واضح اور غیر مشکوک راستہ اس کے لیے نہیں ہے؟ اور کیا وہ سارے راستے اس کام کے لیے کام میں لائے جا چکے ہیں؟

ظاہر ہے کہ جب تک ان سوالات کو حل نہیں کرلیا جائے گا، اس قسم کے ''چینل'' کی بات محض ایک ''دل بہلانے'' کی بات ہوگی، جس پر احکامِ شرع کا مدار نہیں رکھا جا سکتا۔

بعض معاصر علمانے مسلمانوں کے ''ٹی- وی چینل'' (T.V Channel) کی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے، اس کے جواز کا ایک عجیب راستہ نکالنے کی کوشش کی ہے، وہ یہ کہ

> ''جب جان و مال کی دنیوی ضرورت کے تحت پاسپورٹ وغیرہ کے لیے فوٹو کی اجازت ہے، تو حفاظتِ دین کی ضرورت کے لیے بھی اس کی اجازت ہونا چاہیے؛ اس لیے کہ اس کی اجازت دینے میں ایک حرام کے ارتکاب کا مفسدہ ہے اور اس سے ممانعت میں بہت بڑے طبقے کے دینی دعوت سے محروم ہو جانے کا بڑا اور عام مفسدہ ہے؛ لہٰذا ''أهون البليتين'' کو اختیار کرتے ہوئے، جواز کو ترجیح

دی جاسکتی ہے۔(۱)

مگر یہ بات اصولِ فقہ کے خلاف ہے؛ کیوں کہ

۱-ایک تو اس وجہ سے کہ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جہاں مفسدہ و منفعت میں تعارض واقع ہو، وہاں دفعِ مفسدہ کو ترجیح دی جائے گی؛ کیوں کہ شریعت میں مامورات کی ادائے گی سے زیادہ منہیات سے بچنے پر زور دیا گیا ہے۔

علامہ ابن نجیم المصری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

قاعدة خامسة وهي: درء المفاسد أولیٰ من جلب المصالح ، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبًا ؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمامورات ، ولذا قال صلی اللہ علیہ وسلم : إذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه ، وروي في الكشف حديثاً : لترك ذرة مما نهیٰ الله عنه أفضل من عبادة الثقلين ، ومن ثم جاز ترک الواجب دفعاً للمشقة ولم يسامح في الإقدام على المنهيات. (۲)

ترجمہ: پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ مفاسد کو دور کرنا مصالح کی تحصیل سے اولیٰ ہے، پس جب مفسدہ اور مصلحت میں تعارض ہوجائے، تو دفعِ مفسدہ کو مقدم کیا جائے گا؛ کیوں کہ شریعت میں منہیات کے سلسلے میں اہتمام، مامورات کے اہتمام سے زیادہ

(۱) انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ، مجموعہ مقالات مرتب: مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی: ۳۵
(۲) الأشباه والنظائر: ۱/۲۹۰

سخت ہے؛ اسی لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
''جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں، تو حسبِ استطاعت اس کو بجا لاؤ اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کروں، تو تم اس سے بالکل بچو!'' اور کشف میں ایک حدیث لکھی ہے کہ ''اللہ کی منع کردہ چیزوں میں سے ایک ذرے کا ترک کردینا، جن وانس کی عبادت سے افضل ہے'' اور اسی لیے دفعِ مشقت کے لیے ترکِ واجب تو جائز ہے؛ لیکن ناجائز کاموں پر اقدام کی اجازت نہیں۔

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ کی اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ مفاسد سے بچنا اور بچانا، تحصیلِ منافع و مصالح سے مقدم ہے اور اس مسئلے میں غیروں کو دین سے واقف کرانا اور اسلام کی اشاعت کرنا وغیرہ مصالح ہیں اور حرام کا ارتکاب، مفسدہ ہے؛ اس لیے حرام سے بچنے اور بچانے کی فکر کو مصالح کی تحصیل سے مقدم رکھنا چاہیے۔

اور اس سلسلے میں حضراتِ فقہا نے چند مسائل بہ طورِ نظیر پیش کیے ہیں:

۱- ایک آدمی کو پیشاب یا پاخانے کی حاجت پوری کرنے کے بعد استنجا یعنی صفائی کے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی کہ جہاں وہ لوگوں سے آڑ میں ہوکر صفائی کرے، تو اس کو استنجا سکھانے کی ضرورت نہیں، اگرچہ یہ آدمی کسی نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ آڑ نہ ہونے کی صورت میں اس کو لوگوں کے سامنے استنجا کرنا ہوگا۔

اس مسئلے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ

لأن النهي راجح على الأمر حتى استوعب النهي الأزمان ولم يقتض الأمر التكرار. (۱)

---

(۱) الأشباه والنظائر: ۱/۲۹۱

ترجمہ: یعنی یہ مسئلہ اس لیے ہے کہ نہی (جیسے اس جگہ ستر کھولنے پر ہے) تمام زمانوں کو حاوی ہے اور امر (جیسے اس جگہ استنجا کا امر ہے) وہ تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ استنجا کرنا تو مامور ہے، مگر امر کو بار بار کرنے کا شرعاً مطالبہ نہیں ہوتا، بس ایک دفعہ کر لیا، تو اس کی تعمیل ہوگئی، اس کے برخلاف کسی کام سے منع کیا جائے، تو اس کے معنے یہ ہیں کہ کبھی اور کسی زمانے میں بھی اس کو نہ کرو، اس لیے ممنوعات سے بچنا، بہ نسبت مامورات پر چلنے کے زیادہ اہم ہے۔

۲ - ایک عورت پر غسل واجب ہے، مگر وہاں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ وہ مردوں سے ہٹ کر غسل کر سکے، تو اس کو چاہیے کہ وہ غسل کو مؤخر کر دے۔

وجہ یہی ہے کہ عورت کو غسل کرنا تو واجب ہے، مگر بے پردہ ہونا حرام ہے؛ اس لیے غسل کو مؤخر کرنے کا حکم دیا گیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان بعض معاصرین کا یہ قول کہ "اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لیے ایک حرام کا ارتکاب کیا جا سکتا ہے" فقہی نقطۂ نظر سے بے بنیاد ہے۔

۲ - دوسرے اس وجہ سے یہ بات مخدوش ہے کہ حضرات فقہا نے لکھا ہے کہ موہوم مصلحت و منفعت کا اعتبار نہیں، جب کہ اس کے بالمقابل مفسدہ یقینی ہو۔

علامہ عز الدین ابن عبد السلام رحمۃ اللہ نے "**القواعد الصغری**" میں لکھا ہے کہ

وإذا توهمنا المصلحة المجردة عن المفسدة الخالصة أو الراجحة، احتطنا لتحصيلها.(۱)

ترجمہ: اگر مفسدہ خالصۃ یا راجحۃ سے کسی مصلحت کا وہم ہوتا

---

(۱) القواعد الصغری: ۴۷

ہو، تو اس کی تحصیل میں ہم احتیاط برتیں گے۔

معلوم ہوا کہ اس مصلحت کا اعتبار ہوتا ہے، جو یقینی ہو یا کم از کم غالب ہو، محض موہوم قسم کی مصلحت کا اعتبار نہیں ہے، اس اصول پر جب ہم دیکھتے ہیں تو ٹی-وی سے دعوت و اشاعتِ اسلام اور لوگوں میں دینی شعور کی بے داری کا کام ایک موہوم نفع ہے اور اس کے بالمقابل اس سے حرام کا ارتکاب یقینی بات ہے، اس لحاظ سے ان علما کی یہ بات مخدوش ہے۔

۳- تیسرے اس وجہ سے کہ مصلحت کی خاطر مفسدہ کو اس وقت برداشت کیا جاتا ہے، جب کہ اس مصلحت کے حصول کے لیے کوئی غیر مخدوش راستہ و ذریعہ موجود نہ ہو اور اگر اس مصلحت کے حصول کے لیے اور بھی راستے ہوں اور غیر مخدوش ہوں، تو پھر اس مخدوش راستے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی؛ کیوں کہ فقہا کا اصول ''الضرورات تبیح المحظورات'' ہے، جس سے خود یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے۔

۴- چوتھے اس وجہ سے کہ مصلحت کا اعتبار کرتے ہوئے مفسدہ کو اس وقت نظر انداز کیا جا سکتا ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں کوئی ایسا مفسدہ پیدا نہ ہو، جو اس مصلحت کو بھی مات کر دے اور اگر اس کے بالمقابل کوئی ایسا مفسدہ پیدا ہونے کا خطرہ یقینی یا غالب ہو، تو اس مصلحت کو اس مفسدہ کی بنا پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لے خانۂ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے طریقے پر بنانے کی خواہش کے باوجود نہیں بنایا کہ اس مصلحت کے بالمقابل اس سے بڑا مفسدہ پیدا ہو سکتا تھا۔

اور زیرِ بحث صورت میں مسلمانوں کا چینل (Channel) قائم کرنے سے اگر اسلام کی اشاعت کا فائدہ ہو بھی، تو اس سے اس نفع کے مقابلے میں ہزاروں

مسلمانوں کے حرام قسم کے پروگراموں میں ملوث ہونے کا عظیم خطرہ ہے اور وہ اس کی اجازت سے فائدہ اُٹھا کر، اس کے حدود و قیود سے بالکل آزاد ہو جائیں گے اور ہر طرح کے پروگراموں سے لطف اندوز ہوں گے۔

ذرا سوچیے کہ اگر چند لوگ اس سے یہ فائدہ اٹھا لیں کہ دینِ اسلام کو سمجھنے لگیں؛ مگر لاکھوں مسلمان اس سے بے دینی میں مبتلا ہو جائیں، تو اس میں سے کونسی صورت زیادہ قابل اعتبار ہوگی؟

اس لیے میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کا "ٹی وی چینل" (T.V Channel) موجودہ حالات میں سوائے گمراہی کے راستے کے کچھ نہیں۔ (واللہ أعلم)

اس سب کے باوجود ہم اس امکان کا رد نہیں کر سکتے کہ ٹی-وی کو شرعی لحاظ سے جائز بنایا جاسکتا ہے، وہ اس طرح کہ ٹی-وی کی باگ ڈور اہلِ اسلام میں سے نیک و صالح افراد و اشخاص کے ہاتھ میں ہو اور وہ اس کو منکرات سے اس طرح پاک و صاف کر دیں کہ اس میں کوئی منکر باقی نہ رہے، اس پر جان دار کی تصاویر نہ پیش کی جائیں، فحاشی و عریانی کے پروگرام نہ ہوں، موسیقی اور راگ باجا نہ ہو اور صرف صالح یا مباح مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے اور علما کے بتائے ہوئے حدود و شرائط کا مکمل لحاظ رکھا جائے اور اگر ایسا ہوا، تو علمائے کرام ضرور اس کے جواز کا فتویٰ دیں گے۔

بعض دیگر پروگرام

اوپر درج کردہ پروگراموں کے علاوہ بعض اور بھی پروگرام ہیں، مگر ان پر تفصیلی گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر اوپر کی تفصیلات و تحقیقات کو ذہن میں رکھا جائے گا، تو دیگر پروگراموں کا حکم معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں؛ لہٰذا اختصار سے کام لیتے ہوئے اہم باتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱- جو پروگرام جان دار چیزوں پر مشتمل ہوں، وہ نا جائز ہوگا؛ کیوں کہ اسلام میں جان دار کی تصویر حرام ہے اور اوپر ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ٹی-وی پر نظر آنے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں؛ لہٰذا یہ بھی نا جائز ہوں گی۔

۲- غیر ذی روح چیزیں؛ جیسے عمارات، جنگلات، باغات، نئے آلات اور مشین وغیرہ ٹی-وی پر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ فی نفسہٖ تو جائز ہے؛ کیوں کہ اسلام میں غیر جان دار اشیا کی تصویر جائز ہے، مگر غور یہ کرنا ہے کہ کیا ایسا ہوتا بھی ہے کہ صرف غیر جان دار چیزوں کو ٹی-وی پر دکھایا جائے؟ جہاں تک ہمیں معلومات ہوئی ہیں، ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا؛ بل کہ عام طور پر ان بے جان چیزوں کے ساتھ تفہیم وتشریح کے لیے یا کسی اور غرض سے یا بغیر اس غرض کے کسی "انسان" کو بھی ضرور سامنے لایا جاتا ہے؛ لہٰذا اگر یہ صورت ہو، تو ایسا پروگرام بھی نا جائز قرار پائے گا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ اوپر جو اس کو جائز کہا گیا ہے، یہ جواز فی نفسہٖ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایک عارض کی وجہ سے اس کو بھی حدودِ جواز میں داخل نہیں کیا جا سکتا، وہ یہ کہ اس کے بہانے لوگ دیگر حرام چیزوں کو بھی دیکھنے لگیں گے اور اوپر تفصیل سے عرض کر چکا ہوں کہ جائز کام بھی اس وقت نا جائز ہو جاتا ہے، جب وہ نا جائز کام کا ذریعہ بنے؛ لہٰذا اس عارض کی وجہ سے یہ غیر جان دار چیزوں کا پروگرام بھی نا جائز ہوگا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹی-وی کے جائز ہونے کی ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ اس میں صرف غیر جان دار چیزوں پر مشتمل تعلیمی، اصلاحی، معلوماتی، سائنسی پروگرام تشکیل دیے جائیں اور جان دار چیزیں اس میں نہ ہوں، اس صورت میں یہ جائز ہوگا اور کوئی خدشہ نہ ہوگا۔ (واللہ اعلم)

باب سوم

ٹی-وی کے مہلک اثرات

بابِ سوم

ٹی-وی کے مہلک اثرات

موجودہ معاشرے میں کھلے طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ عفت وعصمت کی قدروں کو پامال کیا جارہا ہے، اخلاقی اقدار کو پست کیا جارہا ہے، بے حیائی وعریانی، فحاشی اور جنسی بے راہ روی، مرد وزن کا آزادانہ اختلاط، حدوں کو پھلانگتے جارہے ہیں، اگر بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے، تو موجودہ معاشرے میں ان سب بیماریوں اور اخلاقی کمزوریوں کا واحد سرچشمہ یہی ''ٹیلی ویژن'' ہے، اس نے فساد وبگاڑ کا وہ کار نامہ انجام دیا ہے، جس کی نظیر اس سے پہلے ادوار میں کہیں اور نہیں ملتی۔

پھر اس بگاڑ کے نتیجے میں جو دنیوی عذابات کا سلسلہ قائم ہوا ہے، وہ گویا نفع میں ہے۔ ہم یہاں اختصار کے ساتھ ''ٹیلی ویژن'' سے پیدا ہونے والے ''روحانی مفاسد'' اور ''جسمانی نقصانات'' کو پیش کرکے ''شہادتِ حق'' کا فریضہ ادا کردینا چاہتے ہیں۔ (واللہ الموفق)

معلوم ہونا چاہیے کہ ٹی-وی کے ذریعے روحانی وجسمانی، ظاہری و باطنی دونوں قسم کے نقصانات کا ایک غیر مختتم اور طویل سلسلہ قائم ہے، جس پر بڑے بڑے ماہرین اور ڈاکٹروں نے تنبیہ کی ہے۔

چناں چہ لندن کے ایک مشہور انگریز مصنف (Guy Playfair Lyon) نے اپنی کتاب (THE EVIL EYE) میں اس سلسلے میں اچھی خاصی تفصیلات جمع کردی ہیں، اسی میں ہے کہ (Jerry Mander) نے کہا کہ

''ٹیلی ویژن'' روحانی وجسمانی دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے، یہ بہت حد تک ایک ایسی حالت پیدا کر دیتا ہے جو ''خیالی نیند و مدہوشی'' کے مشابہ ہے، اس کی مزین ورنگین شعاعیں جو براہِ راست پڑتی ہیں، ہمارے جسموں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

پھر آخر میں خلاصے کے طور پر کہتا ہے کہ

Television is a Totally Horrible Technology and Reforming it is out of the Question.

ترجمہ: یعنی ٹیلی ویژن پورے طور پر بھیانک ووحشت ناک قسم کی ٹکنالوجی ہے اور اس میں ترمیم واصلاح کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔(۱)

یہی مصنف (Guy Lyon Playfair) اپنی کتاب (THE EVIL EYE) میں لکھتا ہے کہ

''سینما اپنی تمام برائیوں کے باوجود، اس قدر بڑے پیمانے پر نقصان دہ ثابت نہیں ہوا، جتنا کہ ٹیلی ویژن نقصان دہ ثابت ہوا۔(۲)

الغرض! ٹی-وی ایک ایسا آلہ ہے، جس سے روحانی وجسمانی، ظاہری و باطنی ہر طرح کے مفاسد ونقصانات پیدا ہوتے ہیں، اب ہم اس سلسلے میں ذرا تفصیلی گفتگو کر کے، ان روحانی وجسمانی، ظاہری و باطنی نقصانات ومفاسد کا ایک جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں مغربی مفکرین ومصنفین کی تحقیقات و آرا کا خلاصہ بھی پیش کیا جائے گا۔

---

(۱) THE EVIL EYE,P:30

(۲) The Evil Eye,P:165

ٹی-وی اور روحانی مفاسد

ٹی-وی گندگی میں غرق کرتا ہے

پروفیسر پٹریم سوروکن نے اپنی تصنیف SANE SEX ORDER میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ٹیلی ویژن کا حال اور بھی ابتر ہے، خبر و تصاویر رسانی کے اس آلے کا اہم کارنامہ اب تک صرف یہی رہا ہے کہ ہمارے لاکھوں گھروں میں نائٹ کلبوں کا عاشقانہ و بدمستی سے بھرپور ماحول، بھدے تجارتی پروگرام اور قتل وجنس کے ڈراموں کے لامتناہی سلسلے کو پیش کیا جائے، اگر ہماری فلموں کی اکثریت، اخلاقی وسماجی انحطاط کے کھڈے کے بالائی سرے تک پہنچاتی ہے، تو ٹیلی ویژن کے پروگراموں کی بڑی مقدار ہمیں اس گندگی میں پوری طرح غرق کر دیتی ہے؛ اس لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس گندگی میں آلودہ ہو کر نکلنے پر جسمانی، اخلاقی، اور دماغی طور پر شدید گھناؤنا پن محسوس کرتے ہیں، ہم میں سے کچھ ہی اپنے کو مستعدی سے صاف کر پاتے ہیں، دوسرے کم نصیب ٹیلی ویژن دیکھنے والے اکثر اپنی سلامتی عقل کو از سرِ نو قائم کرنے کی خواہش بھی ترک کر دیتے ہیں اور اسی زہر سے آلودہ رہتے ہیں"۔(۱)

---

(۱) فریب تمدن:۱۴۷

اس سے ٹیلی ویژن کے پروگراموں کی نوعیت وکیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس حد تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس سے کس طرح افراد اور معاشرے میں فساد و بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ اب اس کی کچھ تفصیل بھی سنتے جایئے۔

بے حیائی کی اشاعت

امریکہ اور بہت سے ممالک میں جنسی آزادی و بے راہ روی کے نتیجے میں جو شدید بحران پیش آیا ہے، اس کو ختم کرنے کے لیے وہاں بہت ساری تدبیریں عمل میں لائی گئیں؛ مگر نتیجہ صفر نکلا! تو وہاں محفوظ جنسی عمل (Safe sex) کے عنوان سے بعض احتیاطی تدابیر اور طریقوں کو پریس اور ٹیلی ویژن کے ذریعے پھیلایا گیا تھا، اس کے بعد اس سے مزید کیا خرابی پیدا ہوئی، وہ آپ ایک مشہور امریکی رسالہ TIME کی ایک خاتون ایسوسی ایٹ اڈیٹر **مارتھا سمجلس** (Martha Smilgis) کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

> ”اس طرح پریس اور ٹیلی ویژن پر انسان کی جسمانی حرکات اور کنڈوم (Condom) (مانعِ حمل غلاف) جیسے جنسی تحفظات کے استعمال پر مفصل مذاکرے ہونے لگے ہیں کہ اس کے نتیجے میں جنسی عمل کے طریقے عوام میں اتنے واضح ہو کر پھیل گئے ہیں کہ ایک سال پہلے ان کے اس طرح گھر گھر پھیلنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔(۱)

کوئی انتہا ہے اس بے حیائی کی؟ پھر آخر کار اس طرح گھر گھر جنسی عمل کے طریقے پھیلنے سے جو نتیجہ برآمد ہوا ہوگا، اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

---

(۱) ٹائم مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۸۷ء بہ حوالہ ابلاغ بابت رجب ۱۴۰۷ھ

اخلاقی تباہی اور تصویر

فحش تصاویر جو ٹی-وی کے پردے پر دکھائی جاتی ہیں، ان کا کیا اثر اور نتیجہ ہے؟ اس کے لیے پہلے عام تصاویر کا نتیجہ دیکھ لیجیے:

امیل پورسیی (Emile Pourcisy) نے جمعیتِ انسدادِ فواحش کے دوسرے اجلاسِ عام میں رپورٹ پیش کرتے ہوئے لکھا کہ

"یہ گندے فوٹوگراف لوگوں کے حواس میں شدید ہیجان واختلال برپا کرتے ہیں اور اپنے بدقسمت خریداروں کو ایسے ایسے جرائم پر اکساتے ہیں کہ جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں پر ان کا تباہ کن اثر حدِ بیان سے زیادہ ہے، بہت سے مدرسے اور کالج انہی کی بہ دولت اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے برباد ہوچکے ہیں، خصوصاً لڑکیوں کے لیے تو کوئی چیز اس سے زیادہ غارت گر نہیں ہوسکتی۔(۱)

یہ عام تصاویر کا نتیجہ ہے، اب غور کر لیجیے کہ ٹی-وی کی متحرک تصویروں سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہوں گے؟ چناں چہ ایک امریکن رسالے میں امریکی تہذیب کی افسوس ناک حالت، وہاں کے اخلاقی جرائم اور جنسی بے راہ روی اور جذبات کی شورش کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

تین شیطانی قوتیں ہیں، جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں:

۱- فحش لٹریچر جو جنگِ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

---

(۱) بہ حوالہ "پردہ" مولانا مودودی:۶۳

۲- متحرک تصویریں، جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف
بھڑکاتی ہیں؛ بل کہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔
۳- عورتوں کا گراہوا اخلاقی معیار۔(۱)

اور لیجیے، ڈاکٹر (Jooost Meerloo) جس کا ذکر ہم نے پہلے بھی کیا ہے، وہ بچوں پر "ٹیلی ویژن" کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

[It arouses precociously sexual and emotional turmoil,seducing children to peep again and again].

ترجمہ: یہ (ٹی- وی) قبل از وقت بچوں کو شہوانی بنا دیتا ہے اور ان کو جھانک تانک کے لیے بہکاتے ہوئے جذباتی شورش کا شکار بنا دیتا ہے۔(۲)

یہ کسی مولوی اور مُلا کی عبارتیں اور ان کے تجزیات نہیں ہیں؛ بل کہ مغربی ممالک کے آزاد خیال اور روشن ضمیر مفکرین کی عبارتیں و تجزیے ہیں، جو بتاتے ہیں کہ متحرک اور غیر متحرک تصاویر کا اخلاق پر اور معاشرے پر کیا اثر ہو رہا ہے اور اس کے نتائج کس قدر خطرناک صورتِ حال کو جنم دے رہے ہیں؟ اگر اب بھی یقین نہ آئے، تو دنیا میں اس کا کوئی علاج نہیں۔

فطرت سے کھلی بغاوت

ٹیلی ویژن پر مانعِ حمل اور اسقاطِ حمل کے طبی فوائد، ان کے آلات و ادویات اور

---

(۱) (بہ حوالہ "پردہ":۷۹)
(۲) THE EVIL EYE,P;40

ان کے استعمال کے طریقے، جس تشریح وتفصیل سے پیش کیے جاتے ہیں، اس کا اثر ونتیجہ یہ رونما ہوتا ہے کہ نوخیز لڑکیاں ان کو جاننے کے بعد برائیوں اور فواحش میں بے دھڑک مبتلا ہو جاتی ہیں اور فطرت سے بغاوت کی مرتکب بنتی ہیں اور جو حرامی بچے کی پیدائش کا خطرہ درپیش ہوتا ہے، وہ ٹی-وی کے پردے پر دیکھے ہوئے مانعِ حمل کے ذرائع کو اختیار کر کے دور کر لیا جاتا ہے اور اگر بدقسمتی سے حمل قرار پا گیا، تو اسقاطِ حمل کی تدابیر تو معلوم ہیں۔

جج ''بن لنڈ سے'' کے اس بیان کو ملاحظہ کیجیے، وہ لکھتا ہے:

''ہائی اسکول کی کم عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں صرف ۱۲۵ ایسی تھیں، جن کو حمل ٹھہر گیا تھا، باقی میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں؛ لیکن اکثر کو منعِ حمل کی مؤثر تدابیر کا کافی علم تھا، یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔(۱)

یہی ''بن لنڈ سے'' جو ڈنور (Denver) کی عدالتِ جرائمِ اطفال کا صدر رہا ہے، امریکہ کی عام لڑکیوں کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''میں شادی کیوں کروں؟........... میں سمجھتی ہوں کہ اس زمانے میں ہر لڑکی محبت کے معاملہ میں آزادیٔ عمل کا فطری حق رکھتی ہے، ہم کو مانعِ حمل کی کافی تدبیریں معلوم ہیں، اس ذریعے سے یہ خطرہ بھی دور کیا جا سکتا ہے کہ ایک حرامی بچے کی پیدائش کوئی پیچیدہ صورتِ حال پیدا کرے گی۔(۲)

---

(۱) بہ حوالہ: پردہ: ۸۵

(۲) بہ حوالہ پردہ: ۸۳

اس کو پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آج کے ذرائع ابلاغ خصوصاً ٹی-وی کے ذریعے فطرت سے بغاوت کے جذبات کس قدر جنم لے رہے ہیں اور پل رہے ہیں؟ اگر یہی صورتِ حال برقرار رہی تو پھر معاشرے کا خدا حافظ!!!

معاشرتی خرابیاں اور ٹی-وی

ٹی-وی نے معاشرے کو جس طرح تباہ کیا ہے، اس کا اندازہ ایک امریکی مصنفہ (Marie Winn) کے اس بیان سے ہوتا ہے، جو اس نے ایک سروے اور تحقیقاتی تجزیہ کے بعد لکھا ہے:

> ''ٹی-وی سیٹ'' ایک ''Pathogen'' یعنی موجودہ دور کی سوسائٹی کی بیماریوں جیسے نا اتفاقی، سخت دلی، نفرت واخلاقی گراوٹ کا سرچشمہ ہے۔(۱)

اور (THE EVIL EYE) کا مغربی مصنف Guy Lyon Playfair، اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ

> ''ٹیلی ویزن نے فیملی کے توازن کو اس طرح بگاڑ دیا ہے کہ سینما اور ریڈیو ایسا نہیں کر سکے''۔

تعلیم میں انحطاط

ٹی-وی کے مضر اور فاسد اثرات نے تعلیم کو بھی نہیں چھوڑا اور تعلیم گاہوں کے لیے ایک آزمائش بنے ہوئے ہیں؛ کیوں کہ اکثر بچے ٹی-وی کے شوق میں اور اس انہماک کی وجہ سے پڑھنے اور اسکول حاضر ہونے میں کوئی دل چسپی نہیں لیتے اور نتیجہ افسوس ناک نکل آتا ہے، بچوں کی ٹی-وی سے دل چسپی اور اس میں انہماک

---

(۱) THE EVIL EYE,P;12

کا کچھ اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ رابطۂ عالمِ اسلامی کے ترجمان اخبار " أخبار العالم الاسلامي" میں مصر کے ایک سروے رپورٹ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ مصر میں ۹۱ فیصد بچے ٹی-وی پر نشر ہونے والے اعلانات (اڈورٹائزمنٹ) (Advertisement) دیکھتے ہیں، اس کے بعد لکھا ہے کہ

''یہ (۹۱ فی صد) کی نسبت، قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بچوں کی طرف سے تمام اوقات وایام میں اعلانات (اڈورٹائز منٹ) (Advertisement) کا مشاہدہ کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔(۱)

مزید سنیے کہ

''بچوں میں ۸۳ % ایسے تھے، جو فلمی اشتہارات کے صرف نام بتا سکے، جو ٹی-وی پر دو ماہ سے زیادہ عرصے میں دیکھے گئے، جب کہ ۶۹% بچے ایسے تھے، جو فلم کے ناموں کے ساتھ تفاصیل بھی یاد رکھے ہوئے تھے، جو ٹی-وی پر تین ہفتوں میں آئے ہیں اور ۲۷ %، بچے ایک ہفتے کے اندر کے فلمی اشتہار کو پوری طرح تفصیل سے یاد رکھے ہوئے تھے''۔(۲)

اور ڈاکٹر (Thomas Mulholland) نے ایک طویل تجربے اور تحقیق کے بعد برملا اس بات کا اظہار کیا کہ

''جو بچے ٹی-وی دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں، وہ بیشتر سمجھ بوجھ کے انتہائی کمزور وابتدائی درجے میں جا گرتے ہیں''۔

---

(۱) أخبار العالم الاسلامي، بابت: ۲۸ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ
(۲) اخبار العالم الاسلامي، بابت: ۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ

اور اس بات نے ڈاکٹر ملہولا نڈ کو یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کیا کہ

''بچے اپنے اوقات کا بہت بڑا حصہ (ٹی-وی کے ذریعے) یہ سیکھنے میں گذارتے ہیں کہ وہ کس طرح بے توجہ ولا پرواہ بنے رہیں، گھروں میں ٹی-وی دیکھنے کا یہ اثر لازمی طور پر مرتب ہوا کہ ان کی توجہ اور دھیان بہت کم درجے پر آ گیا۔ ڈاکٹر ملہولا نڈ نے تعجب سے کہا کہ یہ ٹی-وی دیکھنے کی عادت ان بچوں کی ''اسکولی ترقی'' پر کس قدر اثر انداز ہوتی ہوگی''؟!!(۱)

الغرض! ان شواہدات و تجربات سے یہ دکھانا ہے کہ جب بچہ ان خرافات کے شوق میں یوں منہمک و مشغول ہوگا، تو اس کا خطرناک اثر، تعلیم پر ضرور ہوگا؛ چناں چہ چند سال قبل ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے ایک اخبار میں اسکول کے بچوں کی تعلیمی گراوٹ، ان کی تعلیم سے غفلت اور حد سے بڑھی ہوئی غیر حاضری کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ان سب کا سبب یہ ہے کہ ''بچے ٹی-وی میں مشغول رہتے ہیں، جس کا اثر تعلیم پر پڑ رہا ہے''۔

عام طور پر یہ بات شہرت پا گئی ہے کہ ٹی-وی دیکھنے سے علم و عقل میں ترقی اور صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے، مگر یہ بات غلط اور بے دلیل ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم شہادت لیجیے، ڈاکٹر (Larry Tucker) نے چار سو چھ ۴۰۶ مراہق لڑکوں کی دماغی اور جسمانی صحت کا ٹی-وی دیکھنے کی عادت کے لحاظ سے جائزہ لیا اور بہت واضح نتیجے پر پہنچا اور اس نے ٹیلی ویژن کم دیکھنے والوں کی خصوصیات پر ایک فہرست پیش کی، جو اس نے ان میں پائی تھیں کہ وہ: جسمانی لحاظ سے بہت فِٹ، جذبات کے اعتبار سے مضبوط، حساس، متفکر، آگے

---

(۱) THE EVIL EYE,P:54

بڑھنے والے، جسمانی لحاظ سے متحرک، خود کو قابو میں رکھنے والے، عقل و دانش والے، با اخلاق، مدرسے سے متعلق، مذہبی اور خود اعتماد تھے، بہ نسبت ان کے، جوان کے خلاف (ٹی-وی زیادہ دیکھنے کے عادی) تھے۔(۱)

اور لیجیے، ڈاکٹر (Neil Postman) کہتا ہے کہ

> ٹی-وی دیکھنا نہ تو کسی قسم کی صلاحیت کو چاہتا ہے اور نہ ہی کسی صلاحیت کو ترقی دیتا ہے۔(۲)

اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جدت پسند طبقے میں جو یہ مشہور ہے کہ ''ٹی-وی دیکھنے سے علم و عقل میں اضافہ اور صلاحیتوں میں ترقی ہوتی ہے''، یہ محض فضول اور غلط بات ہے؛ بل کہ درحقیقت اس کی وجہ سے تو عقل و بصیرت میں کمزوری اور صلاحیتوں میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

ایک جرمن ڈاکٹر کا قول

انھی تباہ کن اثرات کی وجہ سے بعض ڈاکٹروں نے ''ٹیلی ویژن'' سے جلد سے جلد اپنے آپ کو دست بردار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

شیخ عبداللہ بن حمید سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف سعودی عربیہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ

> ''جرمنی کے ایک ماہرِ اجتماعیات نے مختلف درس گاہوں اور اداروں کے براہِ راست، بھرپور مطالعے کے بعد سوسائٹی اور نئی نسل پر ''ٹیلی ویژن'' کے خطرات کا گہرائی سے جائزہ لے کر کہا کہ ''ٹیلی ویژن اور اس کے نظام کو تباہ کردو، اس سے قبل کہ یہ تمھیں برباد

---

(۱) THE EVIL EYE,P:149

(۲) THE EVIL EYE,P:165

کرے''۔(۱)

یہ مشورہ سن کر نہ معلوم مغرب زدہ لوگ اس جرمن ڈاکٹر پر کیا حکم لگائیں گے؟ غالباً یہ فرمائیں گے کہ اس نے کسی مولوی کی صحبت میں رہ کر عقل کھودی اور دقیانوسی ہوگیا۔

بہ ہر حال! نتائج وعواقب سامنے ہیں، دلائل وبراہین واضح ہیں، خدا کی عطا کردہ عقل اور فہم موجود ہے، راستہ اچھا یا برا کھلا ہوا ہے اور ہر ایک اپنی پسند سے جس کو چاہے اختیار کرسکتا ہے اور اچھے برے نتائج سے اپنی جھولی بھر سکتا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ٹیلی ویژن کے ان پروگراموں کی وجہ سے لوگوں کی بے راہ روی میں اضافہ ہوا، بے حیائیوں اور فحاشیوں میں بے پناہ ترقی ہوئی، وہ لوگ جو پہلے سینما کی حقیقت سے بھی ناواقف تھے، اس کی یہ دولت اس میں ملوث ہوئے، وہ لوگ جن کے قلوب واذہان.........اگر نورِ معرفت سے منور نہ تھے، تو بے حیائی وفحاشی کی ظلمت سے سیاہ بھی نہ تھے.........اس کے طفیل سیاہ بختیوں اور بدقسمتیوں کا شکار ہوئے، وہ معصوم بچے، جن کی روح وفطرت سلامتی کی متلاشی تھی، اس کی وجہ سے اپنی عصمت کھو بیٹھے، وہ نوجوان، جو قوم وملت کے قائد اور رہبر بن سکتے تھے، اس کی بہ دولت قوم کے ناہنجار افراد قرار پائے، وہ عورتیں، جن کی عصمت وعفت پاک دامنی وپاک بازی پر ان کے آباواجداد کو فخر اور قبیلے وخاندان کو ناز تھا یکلخت عصمت فروشی وبے حیائی پر اُتر آئیں، اگر یہ سب ایک حقیقت ہے (اور بلاشبہ ایک حقیت ہے) تو پھر اس کے فساد انگیز ہونے اور تباہ کن ہونے میں کیا شبہ ہے؟

---

(۱) بہ حوالہ: ماہنامہ التوعیۃ دہلی، نومبر ۱۹۸۸ء

ٹی-وی اور جسمانی نقصانات

ٹی-وی سے لاحق ہونے والے نقصانات کی ایک قسم وہ ہے، جو اوپر مذکور ہوئی اور دوسری قسم جسمانی نقصانات کی ہے، ہم یہاں اسے کسی قدر وضاحت سے پیش کریں گے۔

برقی شعاع مادۂ کینسر (Cancer) ہے

یہ بات تقریباً تمام اطبا اور ڈاکٹروں کے نزدیک طے شدہ ہے کہ کینسر (Cancer) کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب ''برقی شعاعیں'' بھی ہیں۔

چناں چہ ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جدید'' میں مقالہ کینسر (cancer) کے مقالہ نگار نے برقی شعاعوں کو کینسر کا سبب قرار دے کر وضاحت کی ہے کہ

''برقی شعاع ریزی کا مادۂ کینسر ہونا، بیسویں صدی میں ظاہر ہوا، جب کہ ان اطبا اور ڈاکٹروں کی جلدوں میں سرطان (cancer) پایا گیا جو ایکسر (X-ray) اور ریڈیم کو دواؤں میں استعمال کرنے کے ماہر تھے، اس وقت سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوگئی کہ ہر قسم کی برقی شعاع ریزی، جس میں الٹراوائلٹ (Ultra Violet) شعاعیں بھی داخل ہیں، مادۂ کینسر کی حامل ہوتی ہیں۔(۱)

---

(۱) New Encyclopedia Brittanica v:15.p:577.

اس عبارت سے واضح ہے کہ برقی شعاعیں مادۂ کینسر کی حامل ہوتی ہیں، اسی طرح ایک خاص قسم کا کینسر، جس کو ''لوکائمیا'' (Leukaemia) کہتے ہیں اور اس میں سفید خلیوں کی معمولی پیدائش کی مقدار اختیار سے باہر ہو جاتی ہے، وہ بھی انہی برقی شعاعوں کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔

چناں چہ ''پیرس'' کی سائیکلوپیڈیا میں ہے کہ:

''یہ بات معلوم ہے کہ اس قسم کا کینسر، برقی شعاع ریزی کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، جو سفید خلیوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جاپان میں ایٹمی دھماکوں میں بچنے والے اکثر لوگ بہ نسبت دوسروں کے نتیجۃً ''لوکائمیا'' کے شکار ہوئے ہیں، اسی طرح وہ ڈاکٹر اور نرسیں اور مریض جو زیادہ ایکسرے کا سامنا کرتے ہیں۔(۱)

ان تفاصیل کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ برقی شعاعوں کا مادۂ کینسر ہونا واضح ہو جائے۔

ٹی-وی سے کینسر

اس کے بعد اصل مقصد کو عرض کرتا ہوں کہ ٹی-وی سے نکلنے والی برقی شعاعیں بھی اوپر پیش کردہ توضیحات کے مطابق، مادۂ کینسر کی حامل ہیں اور ڈاکٹروں نے اس کا بھی تجربہ کر کے اس کی صراحت کی ہے۔

چناں چہ ''انسائیکلوپیڈیا'' میں ایک سلسلۂ بحث کے دوران بتایا گیا ہے کہ ۱۹۵۰ء کے دوران بنائے گئے بعض رنگین ''ٹی-وی سیٹ'' سے کینسر ہوا تھا۔(۲)

---

(۱) Pear's Cyclopedia,pg:p25

(۲) Encyclopedia Brittanica 15.p 577

پہلے شاید یہ بات اتنی صفائی سے ثابت نہ ہوئی ہو، مگر اب اس کا ثبوت پوری صفائی سے ہوگیا ہے کہ ٹی-وی کی یہ برقی شعاعیں کینسر پیدا کرتی ہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے یہاں چند ڈاکٹروں کے بیانات نقل کررہا ہوں، جن سے واضح ہوجائے گا کہ یہ ٹی-وی کی شعاعیں کس درجے خطرناک ہوتی ہیں:

۱۔ ڈاکٹر ''ابن ویگمور'' مشہور جرنلسٹ اور عیسائی مشن کی معزز رکن ہیں، وہ اپنی کتاب (Suffer Why) میں لکھتی ہیں:

> ''سچائی تو یہ ہے کہ ٹیلی ویژن ایک طرح کی ایکسرے مشین ہے، ڈاکٹر جن ایکسرے مشینوں کا استعمال کرتے ہیں، ان میں خطرات سے بچنے کا مناسب انتظام ہوتا ہے، جب کہ ''ٹیلی ویژن'' میں اب تک ایسا کوئی انتظام نہیں ہے، ایکسرے کی کرنیں بہت مہلک ہوتی ہیں، انسان کے نازک اعضا و جوارح پر اس کے اثرات کیسے مرتب ہورہے ہیں، اس خیال ہی سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے..........وہ مزید لکھتی ہیں......
> لڑکے اور لڑکیاں ''ٹی-وی سیٹ'' کے سامنے بیٹھ کر پروگرام دیکھتے ہیں، امریکہ کے ''بوسٹن'' نامی شہر میں صرف ایک ہسپتال میں خونی کینسر کے شکار چھ سولڑکے و لڑکیاں زیرِ علاج ہیں۔(۱)

۲۔ ڈاکٹر گروڈ نے لکھتا ہے کہ

> ''سیاہ سفید (Black & White) ''ٹیلی ویژن'' سیٹ میں ۱۹ کلو والٹ اور رنگین ٹی-وی میں ۲۵ رکلو والٹ تک ٹیوب ہوتی ہے، شروع میں ۱۶ رکلو والٹ والی ایکسرے مشین بھی ان کا استعمال کرنے والے ٹکنیشین (Technition) کے جسموں میں

---

(۱) بہ حوالہ ٹی-وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات، مرتبہ مولانا اقبال قاسمی: ۱۱

کینسر کا کیڑا پیدا کر دیتی تھی۔(۱)

اندازہ کیجیے کہ جب ۱۶رکلوواٹ کی ایکسرے مشین بھی کینسر پیدا کر دیتی ہے، تو ٹیلی ویژن، جو ۱۹ اور ۲۵ رکلو والٹ کے ہوتے ہیں، وہ کیا کچھ تباہی نہ مچاتے ہوں گے؟!!

۳۔ عکسی تصویر کے مشہور ماہر ڈاکٹر آمل کروب نے شیگاگو، امریکہ کے ایک ہسپتال میں جان کنی کے عالم میں نہایت تلخی کے ساتھ یہ تاکید کی ''گھروں میں ٹیلی ویژن کا وجود ایک جان لیوا کینسر کی مانند ہے، جو بچوں کے جسموں میں رفتہ رفتہ سرایت کرتا ہے۔(۲)

شیخ عبداللہ بن حمید سابق چیف جسٹس سعودی عربیہ نے اسی ''ڈاکٹر آمل کروب'' کے بارے میں لکھا ہے کہ

> ''یہ ڈاکٹر خود بھی ٹیلی ویژن کی شعاعوں سے پیدا شدہ مہلک مرض کینسر کا شکار تھا، اس کی وفات سے پیشتر کینسر کے جراثیم کے استیصال کے لیے چھیانوے دفعہ اس کا سرجری آپریشن کیا گیا، مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا؛ کیوں کہ یہ مرض اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا بازو، نیز چہرے کا کافی حصہ کٹ کٹ کر گر گیا تھا۔(۳)

ان تفصیلات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ٹی-وی کی شعائیں اور کرنیں نہایت درجہ مہلک اور مادۂ کینسر کی حامل ہیں۔

---

(۱) ٹی-وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات: ص ۱۱
(۲) ماہنامہ التوعید بابت نومبر ۱۹۸۸ء مضمون شیخ عبداللہ بن حمید
(۳) ماہنامہ التوعید بابت نومبر ۱۹۸۸ء مضمون شیخ عبداللہ بن حمید

ٹی-وی سے دیگر نقصانات

یہی نہیں ، بل کہ اس کے علاوہ ٹی-وی سے اور بھی جسمانی نقصانات ہوتے ہیں: مثلاً بعض ڈاکٹروں کے تجربات نے پتہ دیا ہے کہ ٹی-وی دیکھنے سے فالج کا اثر ہوتا ہے؛ نیز بعض تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شعاعوں سے آنکھوں کی بینائی پر نہایت مضر اور خطرناک قسم کے اثرات پڑتے ہیں۔

۱- ڈاکٹر ایچ-بی- شوبن کا تجربہ ہے کہ

"ایک حاملہ کتیا پر دو ماہ تک ٹیلی ویژن کی شعائیں پڑنے دیں، اس کے بعد کتیا نے چار بچوں کو جنم دیا، یہ چاروں بچے فالج زدہ تھے اور ان میں تین تو اندھے بھی تھے۔(۱)

۲- ایک اور شخص نے دو طوطے خریدے، طوطے کا پنجرہ ٹی-وی سیٹ کے سامنے رکھ دیا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ طوطوں کے پیر بیکار ہو گئے۔(۲)

ان تجربات سے واضح ہوتا ہے کہ ٹی-وی کی شعاعیں جسمانی صحت کے لیے بھی تباہ کن اور خطرناک اور کئی کئی قسم کی مہلک بیماریوں کو جنم دینے والی ہیں۔

ٹی-وی کے فضائی اثرات

ان سب کے علاوہ مزید خطرناک بات یہ ہے کہ ٹی-وی سے نکلنے والے مادے، جو اوپر جاتے ہیں اور فضا میں پھیل جاتے ہیں، وہ نہایت درجہ مہلک وخطرناک ہوتے ہیں۔ روزنامہ "مسلمان" مدراس نے مورخہ ۵/اگست ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ

---

(۱) ٹی وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات ص:۱۲

(۱) ٹی وی اور ویڈیو کے مہلک اثرات ص:۱۲

”رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گھریلو الیکٹرانکس، مثلاً: ٹی-وی وغیرہ سے جو زہریلے مادے گیسوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں، وہ نیوکلیائی تجربہ گاہ پر بم پھٹنے کے بعد پائے جانے والے اثرات سے ۵/گنا زیادہ خطرناک ہوتے ہیں“۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ٹیلی ویژن سے کس قدر نقصان اور فساد ہو رہا ہے!!

ٹی-وی کمپنیوں کا ایک جھوٹ

یہاں یہ وضاحت بھی بہت ضروری ہے کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ ”ٹی-وی میں ایک کنٹرولر (Controller) ہوتا ہے، جو ٹیلی ویژن سے خارج ہونے والے مادوں اور فاسد اثرات کو روک لیتا ہے“، یہ بات سراسر غلط و بے بنیاد ہے؛ چناں چہ ڈاکٹر آمل کروب (جن کا اوپر تذکرہ آیا ہے، انھوں) نے اپنی موت سے قبل بیان دیتے ہوئے کہا کہ

”ٹی-وی کمپنیوں کا یہ کہنا ہے کہ ٹی-وی کے اندر ایک کنٹرولر ہوتا ہے، جو اس میں فٹ کر دینے کے بعد اس کی شعاعی تاثیر کو روک کر بے ضرر بنا دیتا ہے، یہ سراسر جھوٹ اور فریب ہے؛ کیوں کہ تجربات بتاتے ہیں کہ یہ شعاع خواہ کتنی بھی مقدار میں ہو جسم کے لیے بہ ہر حال نقصان دہ ہے“۔(۱)

ڈاکٹر آمل کروب کا کہنا ہے کہ

ٹیلی ویژن اور عکسی فوٹو گرافی میں استعمال ہونے والی ایٹمی شعاعیں

---

(۱) ماہنامہ التوعیہ بابت نومبر ۱۹۸۸ء

موٹی سے موٹی دیواروں کے پردے بھی چاک کرڈالتی ہے‘‘۔(۱)

غور کیجیے کہ موٹی سے موٹی دیواروں کے پردے چاک کردینے والی شعاعیں جسمِ انسانی میں کس قدر اثر انداز ہوتی ہوں گی اور اس کا کیا حال بنا دیتی ہوں گی؟

دیدۂ عبرت نگاہ سے!

اوپر کی توضیحات وتفصیلات سے یہ بات واشگاف ہوگئی کہ T.V سے ایک طرف روحانی وباطنی خرابیاں، اخلاقی کمزوریاں اور معاشرتی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں اور دوسری طرف جسمانی وظاہری نقصانات بھی ہورہے ہیں، ان امور کا تقاضا ہے کہ ہم اس برائی سے رک جائیں ورنہ خدائی عذابات کا مزہ چکھنا پڑے گا، جیسا کہ بعض جگہ اس کے نتیجے میں خدائی عذاب کا تماشا کھلی آنکھوں سے دیکھا گیا ہے یا کسی اور ذریعے سے معلوم کرایا گیا ہے، تاکہ لوگ دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھیں اور عبرت حاصل کریں، یہاں دو واقعے نقل کیے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ

ہفت روزہ ’’ختمِ نبوت‘‘ کراچی کے حوالے سے ’’تعمیرِ حیات‘‘ لکھنو میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے کہ

> دو دین دار اور نہایت گہرے دوست تھے، ایک جدہ میں رہتا تھا، دوسرا ریاض میں، ریاض والے دوست کے گھر والوں نے کہا کہ وہ ٹی-وی لے آئے، اس نے ان کے اصرار پر ٹی-وی خرید لی۔ کچھ دنوں بعد اس کا انتقال ہوگیا، جدّہ والے دوست نے اس کو خواب میں تین مرتبہ دیکھا، ہر مرتبہ اس کو عذاب میں گرفتار پایا اور اس نے

(۱) ماہنامہ التوعیہ دہلی بابت نومبر/ ۱۹۸۸ء

اپنے جدہ والے دوست کو خواب میں بتایا کہ مجھے یہ عذاب ٹی-وی
کی وجہ سے ہورہا ہے، تم میرے گھر والوں سے جاکر کہو کہ وہ گھر سے
ٹی-وی نکال دیں؛ کیوں کہ وہ ٹی-وی سے مزے لیتے ہیں اور میں
عذاب دیا جاتا ہوں؛ کیوں کہ وہ ٹی-وی میں نے ہی گھر میں لاکر
رکھا تھا جدہ والا دوست جہاز کے ذریعے ریاض گیا اور گھر والوں کو
واقعہ سنایا، گھر والے رونے لگے، اس کا بڑا بیٹا اٹھا اور غصے میں
ٹی-وی اٹھا کر پٹخا، ٹی-وی سیٹ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا؛ لہٰذا اس کو
پھینک دیا گیا، جدہ والا دوست پھر چلا آیا، اس نے پھر اپنے دوست کو
خواب میں دیکھا کہ اب وہ اچھی حالت میں ہے اور وہ اس دوست کو
دعادے رہا ہے، اللہ تجھے بھی نجات دے جیسا کہ تو نے میری پریشانی
دور کرائی۔(۱)

نوٹ: اسلام میں خواب اگرچہ حجت نہیں ہے؛ لیکن شرع کے خلاف نہ ہو اور عقل بھی اس کی نفی نہ کرتی ہو، تو یہ اس کے صحیح ہونے کا امکان ہے، کبھی اللہ تعالیٰ ہدایت کے لیے اس طرح کی بات خواب میں دکھا دیتے ہیں، اس لیے اس کو جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسرا عبرت ناک واقعہ

ہفت روزہ ''ختمِ نبوت'' پاکستان نے اپنے شمارہ نمبر ۱۸ جلد نمبر ۷ میں یہ عبرت ناک واقعہ شائع کیا ہے کہ

رمضان المبارک میں افطاری سے ذرا پہلے ماں نے بیٹی سے کہا

(۱) تعمیر حیات لکھنؤ بابت ۱۰ رجنوری ۱۹۹۱ء

کہ آؤ میرے ساتھ مل کر افطاری کے لیے تیاری کرو، بیٹی نے کہا کہ مجھے ٹی-وی پروگرام دیکھنا ہے، دیکھنے کے بعد کام کروں گی، یہ کہہ کر وہ چھت پر کمرے میں گئی اور اندر سے دروازہ بند کرلیا تاکہ ماں زبردستی کام کے لیے اٹھا کر نہ لے جائے، جب کافی دیر ہوگئی، مرد بھی گھر آگئے، ماں آواز دیتی رہی مگر بیٹی نے ایک نہ سنی، افطاری کے بعد ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو اندر سے آواز نہ آئی، تو اس کے باپ اور بھائیوں سے کہا، انھوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوئے، تو دیکھتے کیا ہیں کہ "وہ لڑکی مر کر اوندھے منہ پڑی ہوئی ہے"، جب اٹھایا تو اندازہ ہوا کہ وہ زمین سے چمٹی ہوئی ہے، اٹھتی نہیں، سب اٹھا کر تھک گئے، آخر کسی نے کچھ خیال کر کے جو ٹی-وی سیٹ کو اٹھایا تو لڑکی بھی حرکت کرنے لگی، اندازہ ہوا کہ ٹی-وی اٹھائیں، تو لڑکی بھی اٹھتی ہے ورنہ نہیں۔ آخر انہوں نے لڑکی کے ساتھ ٹی-وی کو بھی اٹھایا اور نیچے لائے اور غسل وکفن دیا، جب جنازہ اٹھانا چاہا، تو وہ نہ اٹھا، لہذا ٹی-وی کے ساتھ جنازہ اٹھالائے اور قبرستان لے گئے، دفن کے بعد جب ٹی-وی کو گھر لانے کے لیے اٹھایا، تو اس کے ساتھ میت بھی قبر کے باہر نکل پڑی، آخر مجبور ہو کر اس لڑکی کے ساتھ "ٹی-وی" کو بھی دفن کر دیا۔(۱)

نوٹ: حدیث میں ہے کہ "المرء مع من أحب" کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے اس کو محبت تھی۔ اس حشر کے منظر کو یہیں اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کر دیا تا کہ لوگ عبرت حاصل کرلیں، پس اے أولي الأبصار! عبرت

(۱) بحوالہ چار فتنے اور ان کا شرعی حکم ص:۹-۱۰

حاصل کرو۔

انتباہ!

علم وعقل اور فن وتجربے کی روشنی میں، بحمد اللہ تعالیٰ ''ٹیلی ویژن'' کا انسانیت واخلاق، روحانیت وایمان؛ نیز جسم وبدن کے لیے خطرناک، تباہ کن اور فساد انگیز ہونا ثابت ہوگیا۔

مسلمانو! اب غور کرو کہ کیا ہم کو اس خطرناک وتباہ کن چیز سے دور نہیں رہنا چاہیے؟ اور کیا اس کو اپنے گھروں سے نکالنا نہیں چاہیے؟

بلا شبہ اس کو اپنے گھروں سے نکالنا چاہیے اور اس سے کوسوں دور رہنا چاہیے، اسی میں ہماری بھلائی، خیریت، نجات وفلاح مضمر ہے اور دنیوی واُخروی زندگی میں اسی سے سکون ملے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ اسلام کو اس خطرناک چیز سے بچنے کی توفیق دے اور اپنی مرضیات پر چلائے۔ (آمین)

باب چہارم

ٹی-وی کے بارے میں
فقہی احکام

باب چہارم

ٹی-وی کے بارے میں فقہی احکام

ہم اس باب میں ٹی-وی کے بارے میں پوچھے جانے والے سوالات، یا ان سوالات کا جواب دیں گے، جو اس سلسلے میں پوچھے جاسکتے ہیں۔

ٹی-وی کی خرید وفروخت

سوال: ٹی-وی کی خرید وفروخت کا شرعاً کیا حکم ہے، کیا اس کا خریدنا جائز ہے، اسی طرح کیا اس کو فروخت کرنے کی اجازت ہے؟ نیز اس بارے میں کیا اس میں کوئی فرق ہے کہ ایک آدمی اپنے ذاتی استعمال (مثلاً گھر یا دکان پر رکھنے) کے لیے خریدے اور ایک آدمی اس کا کاروبار کرنے کے لیے خریدے؟

الجواب: سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت میں کسی ایسی چیز کا خریدنا اور بیچنا جائز نہیں، جو ناجائز ہو، کیوں کہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ جو چیز حرام و ناجائز ہو، اس کی اشاعت وتشہیر، اس کے بارے میں کسی کا تعاون وامداد وغیرہ امور سے کلیۃً پرہیز کیا جائے؛ کیوں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا، تو یہ حرام و ناجائز چیز لوگوں میں عام ہوگی اور اس کی بنا پر لوگ اس میں ملوث ہوں گے۔

جب یہ اصول معلوم ہوگیا، تو اب اس پر نظر کیجیے کہ ٹی-وی مختلف حیثیتوں سے

حرام و نا جائز ہے (جس کی تفصیل اصل رسالے میں ملاحظہ کیجیے) ایک تو اس میں تصویر ہے، جو کہ نا جائز ہے، دوسرے اس میں جو پروگرام نشر کیے جاتے ہیں، ان میں بعض بے حیائی وفحش اور جرائم وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں، جن سے ایک انسان کا متأثر ہونا فطری امر ہے اور اس کی وجہ سے اس کا محرمات میں ابتلا بھی تقریباً یقینی یا کم از کم محتمل ضرور ہے، اسی طرح ٹی-وی سے جسمانی وروحانی بے شمار مفاسد وخرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور نہ صرف افراد کو، بل کہ معاشرے کو فاسد کر دیتی ہیں؛ اس لیے جیسا کہ عرض کیا گیا اس کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کی خرید وفروخت بھی نا جائز ہے۔

بعض لوگ ان سب باتوں سے صرفِ نظر کر کے اس کی بعض مفید خبروں اور کچھ اچھی باتوں کی وجہ سے اس کو حلال ومباح قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، یہ بات فقہی اصول ومزاج کے سراسر خلاف ہے؛ کیوں کہ جب کسی چیز میں حلال وحرام کا اجتماع ہو، تو حرمت کو ترجیح دینا ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ علامہ ابن نجیم المصری نے لکھا ہے:

إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام. (۱)

غرض یہ کہ ٹی-وی نا جائز ہے اور جب وہ نا جائز ہے، تو اس کا خریدنا اور بیچنا سب نا جائز ہے۔

پھر یہ خریدنا اور بیچنا خواہ اس آدمی کی طرف سے ہو، جو مستقل اس کا کاروبار کرتا ہے یا اس کی جانب سے ہو، جو اتفاقاً خرید یا بیچ رہا ہے، ہر صورت میں یہ نا جائز ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اپنے گھر یا دکان کے لیے خریدتا ہے، تو بھی نا جائز ہے اور اگر کوئی اس کا کاروبار کرتا ہے، اس لیے اس کو اپنی دکان میں رکھ کر فروخت کرنے کے لیے خریدتا ہے، تب بھی نا جائز ہے۔

ہاں! ان دو میں یہ فرق ہوسکتا ہے کہ جو اپنے ذاتی استعمال کے لیے خرید رہا

---

(۱) الأشباہ والنظائر: ۱/۳۳۵

ہے، وہ صرف اپنے گناہ کا ذمہ دار ہوگا اور جو اس کا کاروبار کرنے کے لیے خرید رہا ہے، وہ اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ، جن جن لوگوں کو اس گناہ میں ملوث ہونے کا موقعہ فراہم کرے گا، ان کے گناہ کا بھی ذمہ دار ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلامِ سُنَّةً سَيِّئَةً ، فَلَهُ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مَنْ بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ. (۱)

ترجمہ: جو شخص دینِ اسلام میں کوئی بری بات جاری کرے، اسے اس کا اور اس پر اس کے بعد عمل کرنے والوں کا گناہ ہوگا، ان کے گناہوں میں سے کچھ کم کیے بغیر۔

لہٰذا ٹی-وی خریدنا اگر دوسروں کو فروخت کرنے کے لیے ہو، تو اس حدیث کی روشنی میں اس کو پہلے شخص سے زیادہ گناہ ہوگا۔ (واللہ أعلم و علمہٗ أتم وأحکم)

ٹی-وی کی مرمت

سوال: میں ٹی-وی کی مرمت کرتا ہوں اور میں اسی کام کو جانتا ہوں، کیا اسلام میں اس کام کی اجازت ہے؟ اور اگر نہیں، تو میں کیا اس کام کو چھوڑ دوں؟ اس بارے میں میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب: ٹی-وی چوں کہ ناجائز ہے؛ اس لیے اس کی مرمت کا کام بھی ناجائز ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نہایت لطیف المزاج ہے؛ اس لیے وہ کسی حال میں بھی اس کی گنجائش نہیں دیتی کہ جو چیز ناجائز ہے، اس کو دنیا میں فروغ ہو اور اس کے لیے راہیں ہموار ہوں اور ظاہر ہے کہ ٹی-وی کی مرمت کا کام جب کوئی کرے گا تو،

---

(۱) المسلم: ۱۶۹۱، الترمذي: ۲۵۹۹، النسائي: ۲۵۰۷

ٹی-وی کا رواج ختم نہیں ہوگا؛ بل کہ اس رواج میں مدد ملے گی، اس لیے جو چیز شرعاً ناجائز ہو، اس کی مرمت کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

یہاں بہ طورِ افادہ ایک بات عرض کر دینا مناسب ہوگا، وہ یہ کہ آلات تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جن کا استعمال طاعت و نیکی یا جائز کاموں کے لیے مخصوص ہے، دوسرے: وہ جن کا مقصد اور منشا یا ان کا استعمال صرف اور صرف برائی اور غلط کاری کے لیے ہوتا ہے اور تیسرے: وہ جو طاعت و نیکی اور برائی و غلط کاری دونوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم کے آلات کا حکم واضح ہے کہ ان کا استعمال جائز ہے اور ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہے اور ان کی مرمت وغیرہ کا کام بھی درست ہے۔ اور دوسری قسم کے آلات کا حکم یہ ہے کہ ان کا استعمال ناجائز ہے اور ان کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے اور ان کی مرمت وغیرہ بھی ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ صرف اور صرف ناجائز کاموں کے لیے مخصوص ہیں اور تیسری قسم کے آلات کا حکم یہ ہے کہ ان کا استعمال نیکی و طاعت یا جائز کاموں کے لیے ہو، تو جائز ہے اور ناجائز کاموں کے لیے ہو، تو ناجائز ہے اور اس قسم کے آلات کی خرید وفروخت اور مرمت وغیرہ کا کام جائز ہے اور اگر ان کو کسی نے ناجائز کام کے لیے استعمال کیا، تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے؛ کیوں کہ ان کا استعمال جائز کاموں کے لیے بھی ہوتا ہے اور ناجائز کاموں کے لیے بھی، تو ہر آدمی خود اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا۔

اب آیئے اس مسئلے کی جانب جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، یعنی ''ٹی-وی کی مرمت''، ہم جب اس آلے پر غور کرتے ہیں، تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ عموماً غلط اور شرعاً ناجائز کاموں کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے میں اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے؛ کیوں کہ اس کے ہر پروگرام میں کم

از کم جان دار کی تصاویر تو ہوتی ہیں، جو کہ اسلام میں ناجائز ہیں اور اس کے بغیر کوئی پروگرام ہوتا ہی نہیں، جب اس کا استعمال صرف اور صرف ناجائز کاموں کے لیے ہے، تو اس کی مرمت اور خرید و فروخت کا حکم معلوم ہو گیا کہ ''ناجائز'' ہے۔ اور اس اصول سے ریڈیو کی مرمت کا اور اسی طرح کمپیوٹر کی مرمت کا حکم معلوم ہو گیا کہ یہ جائز ہے؛ کیوں کہ یہ آلات ایسے ہیں، جن کو دونوں طرح کے کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے؛ اس لیے ان کی خرید و فروخت بھی جائز اور ان کی مرمت کا کام بھی جائز ہے۔ ہاں! اگر کسی نے ان کا استعمال غلط کام کے لیے کیا، تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا، بیچنے والا یا مرمت کرنے والا اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ٹی-وی کی مرمت کا کام کرنا اسلام کی رو سے جائز نہیں، اس لیے آپ کو چاہیے کہ اس کام کو ترک کر کے کوئی جائز کام تلاش کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں اور اس کی ناراضی سے بچ سکیں۔ (واللہ أعلم)

وی-سی-آر (V.C.R) کا حکم

سوال: آج کل ''وی-سی-آر'' (V C R) کا رواج اس قدر ہو گیا ہے کہ کوئی تقریب اس سے خالی نہیں ہوتی۔ کیا اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ اور کیا ٹی-وی کے حکم میں اور اس کے حکم میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا حکم ایک ہے؟

الجواب: پہلے ایک بات بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے، وہ یہ کہ ''وی-سی-آر'' کا ایک حکم فی نفسہ ہے اور ایک اس کے عوارض کے لحاظ سے ہے، جہاں تک اس کا فی نفسہ حکم ہے، وہ یہ ہے کہ ''وی-سی-آر میں اگر جان دار کی تصویر ہو، تو اس کا رکھنا اور دیکھنا ناجائز ہے'' کیوں کہ یہ تصویر ہے اور اسلام میں جان دار کی تصویر حرام و

ناجائز ہے اور اگر اس میں تصویر جان دار کی نہ ہو، تو اس کا رکھنا اور دیکھنا جائز ہے۔

اور عوارض کے اعتبار سے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ "ناجائز ہے"، ایک تو اس وجہ سے کہ آج کل جان دار کی تصویر کے بغیر کون وی-سی-آر" رکھتا ہے؟ جو بھی رکھتا اور دیکھتا ہے، وہ جان داروں اور بالخصوص انسانوں کی تصویر ہی کے لیے رکھتا اور دیکھتا ہے، اس لیے ٹی-وی میں اور وی-سی-آر کے حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ وی-سی-آر کا استعمال ٹی-وی سے بھی زیادہ خبائث اور برائیوں کے لیے ہوتا ہے، اس کے ذریعے ہر قسم کی "فحش فلمیں" اور گندی سے گندی باتیں دیکھی جا سکتی ہیں اور دیکھی جاتی ہیں؛ اس لیے یہ وی-سی-آر ٹیلی ویژن کی بہ نسبت حرمت میں اور زیادہ بڑھا ہوا ہے؛ نیز شادی بیاہ کی تقریبات اور دیگر مراسم کے مواقع پر اس کا استعمال اس قدر بے پردگی اور بے حیائی کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کو کوئی صحیح الدماغ آدمی (مؤمن تو کجا) اسلام کے نقطۂ نظر سے جواز کی فہرست میں ہرگز شمار نہیں کر سکتا۔

الحاصل: وی-سی-آر، جن مقاصد اور جس انداز سے استعمال ہوتا ہے، اس کے پیشِ نظر اس کی حرمت میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ (واللہ أعلم)

گھر میں ٹی-وی رکھنا

سوال: اسلامی نقطۂ نظر سے ٹی-وی کا گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہم اس کا استعمال نہ کریں؛ بل کہ صرف اس کو گھر میں رکھنا چاہیں، تو کیا حکم ہے؟

الجواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ٹی-وی کا خریدنا، بیچنا، رکھنا سب ناجائز ہے، جب خریدنا ہی ناجائز ہو گیا، تو رکھنے کا جواز کیسے ہو سکتا ہے؟ ثانیاً اگر خریدنے کی اجازت بھی ہو، تب بھی اس کا رکھنا اس لیے جائز نہ ہوگا کہ یہ چیز ایسی

ہے کہ اگر اس کو یوں ہی رکھا جائے، تب بھی یہ امکان ہے کہ کوئی گھر کا فرد یا اور کوئی شخص اس کا استعمال کر کے نا جائز کام کا ارتکاب کر بیٹھے اور رکھنے والے اس کا ذریعہ و سبب بن جائیں؛ چناں چہ بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ گھر میں ٹی - وی رکھا گیا اور رکھنے والا تو اس سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے، مگر گھر کے بچے یا عورتیں یا کوئی آنے جانے والا اس کو استعمال کرتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ بالفعل چاہے حرام و نا جائز کام میں مصروف نہ ہو، لیکن بالقوہ یہ نا جائز کام میں مصروف و مشغول شمار کیا جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص شراب اپنے گھر میں لا کر رکھے اور استعمال نہ کرے، تب بھی اس کی اجازت نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ شراب اگر چہ فی الحال استعمال میں نہیں آرہی ہے، لیکن اس کا امکان ضرور ہے کہ کسی اور وقت، کسی اور کی طرف سے استعمال میں لائی جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر ہمارے کسی عمل سے برائی کو فروغ ملے یا کسی کے برائی میں مبتلا ہونے کا خدشہ اور امکان ہو، تو ہمارا وہ عمل بھی نا جائز ہو جاتا ہے؛ اس لیے ٹی - وی خواہ دیکھنے کے لیے ہو یا نہ ہو، اس کا رکھنا جائز نہ ہوگا؛ بل کہ ہر صورت میں یہ نا جائز ہوگا۔ (واللہ أعلم)

ٹی - وی پر نیوز

سوال: ٹی - وی پر نیوز دیکھنا کیسا ہے؟ جب کہ ہم جانتے ہیں کہ ٹی - وی کے ذریعے ہی آج کل دنیا کی خبریں معلوم کی جا سکتی ہیں اور آج کی زندگی کا یہ بھی ایک جز بن گیا ہے اور اس کے بغیر دنیا کی صحیح حالت و کیفیت معلوم نہیں ہوتی؟

الجواب: اس میں شک نہیں کہ اسلام کی نظر میں نیوز (NEWS) سننا اور دنیا میں ہونے والے احوال و کوائف کا معلوم کرنا جائز ہے اور بعض اوقات اس کی

اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، جب کہ ملی مسائل پیش آجائیں؛ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ کسی بھی کام کو انجام دینے کے لیے ایسا راستہ وطریقہ اختیار کرنا چاہیے، جو اسلام کی نظر میں مخدوش نہ ہو۔

مثلاً: ایک آدمی کسی کی مدد ونصرت کرنے کے لیے ظاہر ہے کہ چوری اور ڈکیتی تو کر نہیں سکتا، اگر کوئی شخص کسی کی مدد کے لیے یہ حرکت کرے، تو کوئی عقل مند انسان اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اس سے یہی کہا جائے گا کہ کسی کی مدد ونصرت کرنا تو بہت اچھی بات ہے، مگر یہ کام چوری اور ڈکیتی کے ذریعے انجام دینا اسی قدر بدترین کام ہے۔

اب اس پر غور کیجیے کہ جب مدد ونصرت بہترین کام ہے، تو اس کو انجام دینے کے لیے چوری وڈکیتی کرنا بدترین کام کیوں ہے؟

اس کا جواب یہی ہے کہ کسی کی مدد ونصرت تو اچھا کام ہے، مگر اس کو انجام دینے کے لیے جس کام کو ذریعہ بنایا گیا ہے، وہ کام بہ جائے خود بدترین کام ہے اور شرعاً اور عرفاً دونوں طرح ناجائز ہے۔ جب یہ واضح ہوگیا، تو اب اصل مسئلے پر غور کیجیے کہ ایک آدمی اگر دنیا اور اہلِ دنیا کے احوال وکوائف معلوم کرنے کے لیے ٹی-وی کو استعمال کرتا ہے، تو یہ بھی وہی صورت ہے کہ ایک ''جائز کام'' کے لیے ایک ''ناجائز'' کام کو ذریعہ بنایا گیا ہے اور ٹی-وی کا ناجائز ہونا ہم نے اپنے رسالے میں تفصیل کے ساتھ بہ دلائلِ عقلیہ ونقلیہ ثابت کردیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات پر بھی غور کرنا چاہئے ، وہ یہ کہ خبر NEWS کا تعلق تو کانوں سے ہے نہ کہ آنکھوں سے، اس لئے اگر کسی کو اخبار معلوم کرنے کا شوق ہو تو اس کام کے لئے ریڈیو، نیز جرائد ورسائل اور اخبارات سے کام لیا جاسکتا ہے، اس کے لئے ''ٹی وی'' ہی کیا ضروری ہے؟ اور آخر نیوز سننے

کے لیے آنکھوں سے کام لینا چہ معنے دارد؟

جب بات آہی گئی ہے تو ایک اور بات بھی سنتے چلیے، وہ یہ کہ اکثر و بیشتر لوگ ٹی- وی کے ذریعے جو سنتے اور دیکھتے ہیں، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل بات پر توجہ نہیں دیتے؛ بل کہ صورتوں کے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اصل مقصود ہی فوت ہو جاتا ہے۔

اور بعض ماہرین نے ایک بہت اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے، ان کا کہنا ہے کہ

> ''ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ پروان چڑھنے کے لیے تنہائی وخلوت، اندرونی غور وفکر اور مباحثہ اور بار بار سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے اور ٹی- وی دیکھنا، ان سب پر روک لگا دیتا ہے اور دماغ کو بڑی آسانی کے ساتھ اس بات کے لیے تیار کرتا ہے کہ ادھر ادھر کی جمع کرے اور گھسی پٹی باتوں اور نظریات پر ہی غور وفکر کرتا رہے۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ٹی- وی دیکھنے کا جو اصل مقصد ہے، وہ حاصل ہی نہیں ہوتا؛ بل کہ اس سے یہ نقصان ہے کہ انسان کے اندر ''بڑھنے اور آگے جانے کا جذبہ'' ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہ صرف اس سے کچھ ''دیکھ اور سن'' لینے اور ''معلومات میں اضافہ'' کر لینے پر اکتفا کر بیٹھتا ہے؛ چناں چہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ ٹی- وی کی خبریں سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں، ان کا کام صرف یہ رہ جاتا ہے کہ بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتوں پر تبصرے کرتے رہیں، رہی کچھ کرنے کی بات، تو وہ ان میں پیدا ہی نہیں ہوتی اور کیوں کر پیدا ہو؛ جب کہ یہ لوگ محض شوقیہ دیکھتے اور سنتے ہیں؟ اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ ٹی- وی آج کی ایک ضرورت ہے اور یہ کہ اس کے بغیر زندگی نہیں ہو سکتی اور یہ کہ اسی سے ہمیں خبریں وغیرہ بہت سی مفید وضروری باتیں معلوم ہوتی ہے۔

---

(۱) THE EVIL EYE,P:41

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ یہ محض خام خیالی ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ؛ کیوں کہ آج بھی بہت سے لوگ اس کے بغیر زندگی کر رہے ہیں، اگر اس کے بغیر زندگی نہیں ہوسکتی تھی، تو ان کی زندگی اس کے بغیر کس طرح ہو رہی ہے؟ آج حالت یہ ہے کہ لوگوں نے نہ معلوم کتنی بے ضرورت؛ بل کہ ناجائز چیزوں کو ضروریاتِ زندگی میں داخل کرلیا ہے، مگر کیا کوئی ہوش منداس طرزِ عمل سے یہ اخذ کر سکتا ہے کہ یہ سارے بے ضرورت اور فضول کام اور یہ ناجائز چیزیں لازمۂ زندگی ہیں؟ اور کیا اس کا یہ اخذ کرنا ہوش مندی کی علامت قرار دی جائے گی یا اس کو بے وقوفی کا نام دیا جائے گا؟ اسی طرح سوچیے کہ ٹی-وی سے کوئی معتد بہ فائدہ متعلق نہیں اور پھر شرعی لحاظ سے بھی یہ ناجائز ہے، اس کو اگر لوگوں نے اپنی زندگی کا لازمہ بنالیا ہو، تو اس سے اصل مسئلے پر کیا فرق پڑ سکتا ہے؟ اور اس کی وجہ سے یہ کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

الحاصل ٹی-وی کے ذریعے نیوز دیکھنے کی نہ شرعاً اجازت ہے اور نہ اس کا کوئی معتد بہ فائدہ ہے؛ بل کہ ماہرین کے مطابق اس سے آدمی کے اندر کے کچھ جذبات، بے کار ہو جاتے ہیں؛ اس لیے اس سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

مسلمانوں کا ٹی-وی چینل (T.V.Channel)

سوال: ایک سوال عرضِ خدمت ہے کہ ٹی-وی آج کل ہر طبقے اور مسلک کے لوگ استعمال کرتے ہیں اور جو باطل فرقے ہیں، وہ اس کے ذریعے اپنے اپنے مذہب کا پرچار بھی کرتے ہیں، اسی طرح قادیانی لوگوں کا بھی مستقل چینل اپنے باطل عقائد ونظریات کی اشاعت کر رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورتِ حال میں ہم اگر اس کے ذریعے اسلام کی نشر واشاعت اور تبلیغ کریں اور اس کی خاطر مسلمانوں کا

ایک چینل ہو، تو کیا اس مقصد کے لیے اس کی اجازت ہوگی؟

الجواب: اس مسئلے پر ہم نے ہمارے رسالے ''ٹیلی ویژن'' میں ذرا وضاحت سے لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اور عقلاً بھی یہ بات مسلم ہے کہ کسی چیز میں فائدہ ہونا جواز کے لیے کافی نہیں؛ بل کہ جواز کی اہم شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی نقصان نہ ہو یا کم از کم یہ کہ معتد بہ نقصان نہ ہو، اسی لیے شریعت میں بہت سی چیزیں فائدہ ہونے کے باوجود ناجائز ہیں؛ کیوں کہ ان میں فائدے کے ساتھ کچھ نقصان بھی ہے، شراب اور جوے میں فائدہ ہونا تو قرآن میں مصرح ہے، مگر اس کے باوجود اسلام میں اس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی، تو اب اصل مسئلے کی طرف آیئے۔ ٹی-وی کو اگر اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے استعمال کریں گے، تو اس سے ہوسکتا ہے وہ فائدہ مرتب ہو، جو آپ نے بیان کیا ہے؛ مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں گناہ بھی شامل ہوگا؛ کیوں کہ اس میں جان دار کی تصاویر ہوتی ہیں اور جان دار کی تصاویر جمہور علمائے امت کے نقطۂ نظر کے مطابق اسلام میں ناجائز ہیں اور ظاہر ہے کہ ناجائز کام کے ذریعے اسلام کی اشاعت جائز نہیں ہے؛ لہٰذا اگر ٹی- وی چینل (T.V.Channel) کی بات اُٹھانا ہے، تو سب سے پہلے اس مسئلے کو حل کرنا چاہیے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تصویر کا کیا حکم ہے؟ اور ظاہر ہے کہ جمہور امت کے نقطۂ نظر کو چیلنج کرنا کسی کے لیے آسان نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ٹی-وی کے ذریعے اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوسکتی ہے، جیسے اور مذاہب کے لوگ یہ کام کر رہے ہیں، تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ کیا ضروری ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ جو کریں، ہم بھی وہی کیا کریں؟ آج جدت پسند طبقے کی سوچ اور فکر کی پرواز یہ ہے کہ وہ غیروں کی نقالی اور

تقلید کو سرمایۂ افتخار سمجھتے ہیں اور اس کی ہر ایک کو دعوت بھی دیا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر واقعی اسلام کی محبت اور عظمت کا لحاظ ہے اور اسی کو سرمایۂ نجات وفوز وفلاح خیال کرتے ہیں، تو اولاً جائز ذرائع کو تو اس کے لیے استعمال کرو اور اس کے لیے تن، من، دھن کی بازی لگادو؛ مگر عجیب بات ہے کہ ہم نے اولاً تو جائز ذرائع سے ہی اس کی کوشش نہیں کی کہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ کریں اور اس کے پیغام کو عام کریں، پھر غیر شرعی ذرائع کا سوال چہ معنے دارد؟

اصل یہ ہے کہ اسلام کا سادہ سا طریقہ جس قدر اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے مفید وبا آور ہے، یہ غیر شرعی طریقے اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اس لیے اگر اسلام کی اشاعت وتبلیغ کا ذوق وشوق ہو، تو اولاً ان شرعی اور جائز ذرائع کو استعمال میں لایئے اور دیکھیے کہ اس کی وجہ سے کیا فوائد ونتائج مرتب ہوتے ہیں؟ اگر یہ سارے ذرائع آپ کی نظر میں ناکام ثابت ہوں (مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا) اور ان سے وہ نتائج وفوائد مرتب نہ ہوں جو آپ چاہتے ہیں، تب سوال کیجیے کہ اس صورت میں کیا ہم ٹی-وی چینل (T.V.Channel) خرید کر اس سے اسلام کی تبلیغ کریں؟

غرض یہ کہ مسلمانوں کے "چینل" کی بات کوئی قابلِ اعتنا نظر نہیں آتی، اس لیے اس کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔ **(واللہ أعلم)**

ٹی-وی اور دینی پروگرام

سوال: کیا ہم ٹی-وی پر دینی پروگرام دیکھ سکتے ہیں؟ جیسے کوئی تقریر و بیان ہو یا حرم شریف کی نماز یا حرم شریف کی تصویر، یا اس طرح کی کوئی دینی محفل، جس سے ہمارے اندر دین کی تڑپ پیدا ہو، حج کا شوق پیدا ہو یا دینی معلومات حاصل ہوں؛ تفصیل سے جواب دیں؟

الجواب: اس سے قبل کہ آپ کے سوال کا جواب دیا جائے، یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دین حاصل کرنے کے جو اور طریقے اور ذرائع ہیں، کیا آپ نے ان سب کو استعمال کرلیا ہے؟ اور اب کیا صرف یہی ایک طریقہ باقی رہ گیا ہے، جس سے آپ اب علمِ دین اور ذوقِ دین وشوقِ دین حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ علمِ دین اور ذوقِ دین تو حاملینِ دین و بزرگانِ دین کی معیت وصحبت اور ان کی خدمت سے حاصل ہوتے ہیں۔

شاعر نے خوب اور سچ کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے، بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب کتابوں اور وعظوں سے بھی دین پیدا نہیں ہوتا تو، ٹی-وی دیکھ کر کیسے دین کا علم اور دین کا ذوق آپ کے اندر پیدا ہو جائے گا؟

آج ایک طبقہ علمِ دین اور ذوقِ دین کے نام پر اسی طرح بھٹک رہا ہے اور ریڈیو، ٹی-وی اور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے عالم و فاضل بن جانا چاہتا ہے؛ میں پوچھتا ہوں کہ اسی طرح ڈاکٹر اور انجینئر اور مختلف دنیوی علوم کی تحصیل کے لیے ان چیزوں پر کیوں اکتفا نہیں کرتے؟ اور اگر بالفرض کوئی ایسا کرے، تو کیا کوئی اس علم کو علم قرار دے گا اور اس پر اعتماد کرے گا؟

آپ واقعی علمِ دین کے شوقین ہیں اور ذوقِ دین اور دین کی تڑپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو علمائے دین اور بزرگانِ دین کی خدمت میں جایئے اور فیض اُٹھایئے؛ اس بے غبار شرعی طریقے کو چھوڑ کر اس سوال وجواب کے پیچھے پڑنا کہ ٹی-وی سے دین حاصل کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے، یہ ایک شیطانی فریب ہے، جس سے بچ کر رہنا چاہیے۔

اس کے بعد آپ کے سوال کا جواب عرض ہے کہ ٹی-وی ایک ایسا آلہ ہے، جس میں متعدد وجوہِ حرمت جمع ہیں؛ اس لیے یہ شرعاً "ناجائز ہے" اور ان میں سے ایک وجہِ حرمت، یعنی "جان دار کی تصویر کا ہونا" تو تقریباً سب ہی پروگراموں میں پائی جاتی ہے اور جو چیز ناجائز ہو، اس کو دین کے لیے استعمال کرنا بھی ناجائز ہے؛ اس لیے سوال میں مذکور چیزوں کے لیے بھی اس کا استعمال ناجائز ہے۔

رہی ایسی تصویریں جو شرعاً جائز ہیں، جیسے حرم شریف کی تصویر وغیرہ، تو یہ اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہیں، مگر بعض عوارض کی وجہ سے ان کا بھی وہی حکم ہے، جو جان دار کی تصویر کا حکم ہے اور وہ عارض یہ ہے کہ اس ایک پروگرام کی اجازت دیں گے، تو لوگ اس کے ذریعے غیر شرعی پروگرام بھی دیکھنے لگ جائیں گے اور فقہی اصول ہے کہ جو جائز چیز اور کام، ناجائز کاموں کی طرف مفضی یعنی ان کی طرف لے جانے والا ہو، وہ بھی ناجائز ہوتا ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ یہ فقہی اصول دراصل ایک حدیث سے مستنبط ہے، وہ حدیث یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهُ ، فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ .(۱)

ترجمہ: یعنی جس چیز کا کثیر حصہ نشہ لاتا ہے، اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے۔

الحاصل: جس چیز کا بڑا حصہ نشہ آور ہو، اس کا معمولی حصہ بھی حرام ہوتا ہے، کیوں کہ قلیل سے کثیر کی عادت ہو جائے گی اور آدمی تھوڑا تھوڑا پیتے ہوئے زیادہ پینے لگے گا۔

اس اصول کے مطابق ٹی-وی کے زیر بحث مسئلے پر غور کیجیے، ٹی-وی میں اکثر چیزیں غلط اور ناجائز ہوتی ہیں، اگر ایک دو پروگرام جائز کی قبیل سے ہوں، تو اس کو

---

(۱) رواه الترمذي:۱۷۸۸، و أبو داود:۳۱۹٦، و ابن ماجه:۳۳۸۴، و أحمد:٦۱۴۱۷

اس لیے جائز قرار دینا مشکل ہے کہ اس سے ناجائز پروگرام بھی دیکھنے کی لت پڑ جائے گی اور یہ جائز پروگرام ناجائز پروگرام کا واسطہ اور ذریعہ بنے گا؛ اس لیے اس کو مطلقًا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔(**واللہ أعلم**)

ٹی-وی دیکھنے والے کی اذان واقامت

سوال: جو شخص ٹیلی ویژن دیکھنے کا عادی ہو، اس کا اذان دینا جائز ہے یا نہیں اور ایسے آدمی کو مؤذن بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ایسے آدمی کا اذان دینا مکروہ ہے اور اس کو مؤذن بنانا بھی مکروہ ہے؛ کیوں کہ فقہا کی تصریح کے مطابق فاسق کا اذان کہنا مکروہ ہے۔(۱)

نیز احسن الفتاویٰ میں ہے کہ ایسے شخص کی اذان واقامت مکروہ ہے۔(۲)

ٹی-وی دیکھنے والے کی امامت

سوال: ہمارے محلے کے امام صاحب ٹی-وی دیکھتے ہیں اور ویڈیو بھی دیکھتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کو واضح فرمائیں۔

الجواب: ٹی-وی اور ویڈیو دیکھنا چوں کہ ناجائز ہے؛ اس لیے جو شخص ٹی-وی یا ویڈیو دیکھنے کا عادی ہو، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر اتفاقاً دیکھ لیا ہے، تو امامت مکروہ نہ ہوگی؛ کیوں کہ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ

کھلے طور پر گناہ کا کام کرنے والے کی امامت مکروہ ہے

اور ٹی-وی دیکھنے والا بھی فاسق ہے؛ اس لیے اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔

---

(۱) الشامي:۲/۶۰،بحر الرائق:۱/۴۵۸

(۲) احسن الفتاویٰ:۸/۳۰۶

درمختار میں ہے:

ویکرہ تنزیهاً إمامة عبد إلیٰ قوله و فاسق.(۱)

روزے کی حالت میں ٹی-وی دیکھنا

سوال: بعض لوگ روزے کی حالت میں ٹی-وی دیکھتے ہیں اور اس سے روزہ کاٹتے ہیں، کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے؟

الجواب: ٹی-وی دیکھنا اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ہے؛ اس لیے روزے کی حالت میں اس سے اور زیادہ اہتمام سے بچنا چاہیے؛ کیوں کہ روزے کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر جائز کاموں کو بھی ترک کر دیا جائے، جب جائز کاموں کو بھی روزے میں ترک کر دیا جاتا ہے، تو ناجائز کاموں کو تو بہ درجۂ اولی ترک کر دینا چاہیے، اگر روزہ رکھ کر کوئی ٹی-وی میں مشغول ہے، تو اس کا مطلب ہی ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے نہیں؛ بل کہ اپنے نفس کے لیے روزہ رکھتا ہے۔ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهَا.(۲)

ترجمہ: یعنی جو شخص جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل کو نہ چھوڑے، اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ آدمی کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

اور ابن ماجہ اور مسندِ احمد کی روایت میں لفظ ”**والجھل**“ کا اضافہ ہے؛ یعنی جو جہالت کی بات نہ چھوڑے۔

الغرض! اس سے معلوم ہوا کہ روزے میں کسی ناجائز کام کا ارتکاب روزے کو

---

(۱) الشامي:۲/۲۹۸،بحر الرائق:۱/۶۱۰

(۲) البخاري:۱۷۷۰،الترمذي:۶۴۱،أبو داود:۲۰۱۵،ابن ماجه:۱۶۷۹،أحمد:۹۴۶۳

اس کی حقیقت سے دور کر دیتا ہے؛ اس لیے ہر ناجائز کام سے روزے میں پرہیز کرنا چاہیے۔

ٹی-وی کا تحفہ

سوال: کیا ٹی-وی کسی کو تحفے میں دینا جائز ہے، جیسے شادی وغیرہ تقریب کے موقعے پر تحفہ دیا جاتا ہے؟

الجواب : ٹی-وی کا ہدیے میں دینا ''ناجائز ہے''؛ کیوں کہ جو چیز ناجائز ہو، اس کو تحفے یا ہدیے میں دینا بھی ناجائز ہے اور اگر کوئی کسی کو دے اور وہ لینے والا اس کو استعمال کرے، تو وہ بھی گنہ گار ہوگا اور دینے والا بھی گنہ گار ہوگا؛ کیوں کہ یہ دینے والا اس گناہ کا ذریعہ اور واسطہ بنا ہے اور گناہ کا واسطہ بننا بھی ناجائز ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے کا گناہ بھی خود کے سر آتا ہے۔(واللہ أعلم)

ٹی-وی ہو، تو اس کو کیا کریں؟

سوال: ہمارے گھر میں ایک زمانے سے ٹی-وی ہے، اب الحمد للہ علما کے بیانات سن کر اس کے استعمال نہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، اب یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ٹی-وی کو کیا کریں، کیا اس کو کسی کے ہاتھ بیچ دیں یا کسی کو یوں ہی دے دیں یا کیا کریں؟

الجواب : آپ نے بہت اچھا ارادہ اور فیصلہ کیا کہ ٹی-وی نہیں دیکھیں گے، اللہ آپ کو اس کا بہتر اجر عطا کریں۔

رہا یہ سوال کہ ٹی-وی کو کیا کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو آپ نہ فروخت کر سکتے ہیں اور نہ یوں ہی کسی کو دے سکتے ہیں؛ کیوں کہ جو چیز آپ کے لیے ناجائز

ہے، وہ دوسرے کے لیے بھی ناجائز ہے؛ اس لیے اگر آپ نے کسی کو فروخت کیا یا دے دیا، تو ان کے گناہ کا واسطہ اور ذریعہ بننے کی وجہ سے آپ بھی گناہ گار ہوں گے، اس لیے اس کو ضائع کر دینا چاہیے۔ البتہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اس کا کوئی کل پرزہ اس قسم کا ہو، جو کسی دوسرے مباح کام میں آسکتا ہو، تو اس کو نکال لیا جائے؛ نیز اس کی بھی گنجائش ہے کہ جس آدمی یا کمپنی سے اس کو خریدا ہے، اسی کو اسی پہلی قیمت یا کم قیمت پر واپس کر دیا جائے۔(واللہ أعلم)(۱)

جس گھر میں ٹی-وی ہو، وہاں جانا

سوال: جس گھر میں ٹی-وی ہو، وہاں جانے کا کیا حکم ہے؟ ہمارے دوست احباب اور رشتہ داروں کے گھروں میں عموماً ٹی-وی موجود ہے، اس صورت میں کیا ان کے گھروں کو جانا جائز ہے؟

الجواب: جس گھر میں ٹی-وی ہو، وہاں جانا شرعاً جائز ہے؛ کیوں کہ اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے اور نہ آپ اس کے جواب دہ ہیں۔ ہاں! البتہ اس کی کوشش کرنا چاہیے کہ اگر ٹی-وی چل رہا ہو، تو اس کو بند کرا دیں تا کہ خود بھی اس کے دیکھنے سے گنہ گار نہ ہوں اور اگر وہ لوگ بند نہ کریں، تو پھر وہاں نہ بیٹھنا چاہیے۔

(واللہ أعلم)

دینی پروگرام، جس میں ”وی-سی-آر“ ہو؟

سوال: آج کل دینی پروگراموں میں بھی ”وی-سی-آر“ کا نظم کیا جاتا ہے اور اس میں بڑے بڑے مانے ہوئے علما خطاب فرماتے ہیں اور اس پر کوئی روک

(۱) احسن الفتاویٰ: ۳۰۶/۸

ٹوک نہیں ہوتی، بنگلور میں بھی خاص طور پر ایسے پروگرام ہوتے رہتے ہیں، کیا ایسی مجالس میں شریک ہونا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ تفصیل سے جواب دے کر مسئلے کی نوعیت کو واضح کریں؟

الجواب : ٹی-وی اور وی-سی-آر کا حکم تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ ناجائز ہیں اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جس جگہ ناجائز کام کا ارتکاب ہو رہا ہو، اس میں شمولیت بھی اسی کے برابر درجے کا گناہ ہے۔ ان دو باتوں سے اصل مسئلے کا جواب ہو گیا کہ ایسی مجالس میں جانا اور شرکت کرنا بھی ناجائز ہے۔ اور آپ کے سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ اتنی بات تو آپ کو بہ خوبی معلوم ہے اور یہ بات پوچھنا آپ کا مقصد بھی نہیں ہے؛ البتہ آپ جو پوچھنا چاہتے ہیں، وہ ایک دوسری بات ہے، وہ یہ کہ جب یہ ناجائز ہے، تو بڑے بڑے علما بلا نکیر اس قسم کے پروگراموں میں کس طرح شریک ہوتے ہیں اور ایسی مجالس سے وہ کس طرح خطاب کرتے ہیں؟

اس سوال کا اصل جواب تو یہ ہے کہ یہ بات آپ ان ہی علما سے دریافت کریں، جو ایسا کرتے ہیں اور ان کا عندیہ ونظریہ معلوم کریں کہ کیا وہ ٹی-وی اور وی-سی-آر کو جائز سمجھتے ہیں؟ اور اس لیے ایسی جگہوں پر شریک ہوتے ہیں یا سمجھتے تو ہیں ناجائز ہی، مگر اس کے باوجود اس میں شریک ہوتے ہیں؟

ہم نے اب تک جتنے ایسے علما سے یہ سوال کیا، ان کا جواب یہ تھا کہ وہ ان چیزوں کو ناجائز ہی سمجھتے ہیں، کسی نے بھی ان کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان علما کا فتویٰ بھی ٹی-وی اور وی-سی-آر کے جواز کا نہیں ہے؛ البتہ ان حضرات کا تساہل ہے، جس کی وجہ سے یہ لوگ اس جیسی محافل ومجالس میں شریک ہوتے اور وہاں خطاب بھی کرتے ہیں، ان کے اس رویے سے ناجائز کام، جائز تو نہیں ہو جاتا؟ اور معتبر علما کا فتویٰ مخدوش تو نہیں ٹھہرتا؟

الغرض! یہ بات اپنی جگہ برقرار ہے کہ ٹی-وی اور وی-سی-آر نا جائز ہیں اور جہاں ان کا نظم ہو وہاں نہیں جانا چاہیے؛ خواہ وہ دینی پروگرام کے عنوان سے ہو یا اور کسی نام سے، ہر صورت میں مسئلہ ایک ہے؛ بل کہ ایک حیثیت سے دیکھیں، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دینی عنوان سے جو ایسی محافل و مجالس قائم ہوتی ہیں۔ وہ ناجائز ہونے میں اور زیادہ سخت و شدید ہیں؛ کیوں کہ اس میں غیرِ دین کو دین کے نام پر پیش کیا جاتا ہے، اس طرح اس میں دین کا مذاق بھی ہے اور دین کی اصلیت کو بگاڑنے کی کوشش بھی ہے۔

انٹرنیٹ(Internet) کا شرعی حکم

سوال: انٹرنیٹ(Internet) کا استعمال اسلام میں جائز ہے یا اس کا کیا حکم ہے؟ ہم نے بہت سے علما کو بھی انٹرنیٹ استعمال کرتے دیکھا ہے، اسی طرح بعض مدارس میں بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر یہ جائز ہے، تو اس میں اور ٹی-وی میں کیا فرق ہے اور علما ٹی-وی کو کیوں ناجائز کہتے ہیں؟ جب کہ یہ بات معلوم ہے کہ انٹرنیٹ، ٹی-وی سے کہیں زیادہ خطرناک اور نوجوانوں کو تباہی کی طرف لے جانے والا سب سے زیادہ بدترین آلہ ہے؟

الجواب: انٹرنیٹ(Internet) ایک ایسا آلہ ہے، جس کے ذریعے اچھا و برا دونوں قسم کا کام لیا جاسکتا ہے اور یہ بات سب پر آشکارا ہے کہ موجودہ دَور میں انٹرنیٹ کے ذریعے ہزارہا قسم کے علمی و تعلیمی اور دینی امور کی انجام دہی نہایت آسان ہوگئی ہے اور اس سے فائدہ اُٹھانے والے خوب خوب فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ ہاں! اسی کے ساتھ اس سے برائی و بے حیائی کا بھی ایک بہت بڑا راستہ ہم وار ہوگیا ہے اور فحش و بے حیائی کے دل دادہ اس کو ان خبائث میں بھی خوب خوب استعمال کر

رہے ہیں اور نوجوانوں کا بہت بڑا طبقہ، اس کی وجہ سے ہلاکت وتباہی کا شکار ہو چکا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ انٹرنیٹ کا غلط استعمال ان کی اپنی طبعی رذالت وخباثت کا نتیجہ ہے، ورنہ اس سے اگر چاہتے ،تو فائدے کے کاموں میں استعمال کرتے ؛ لہٰذا ٹی-وی اور انٹرنیٹ کا حکم یکساں نہیں ہے؛ بل کہ دونوں میں بہت فرق ہے۔

واضح فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ ''ٹی-وی'' کے پردے پر پیش کی جانے والی چیزیں ہمارے اپنے اختیار میں نہیں ؛ بل کہ وہ دوسرے لوگوں کے قبضے میں ہے؛ لہٰذا اس پر جو دکھایا جائے ،اسی کو لامحالہ دیکھنا پڑے گا اور اس پر فی الحال جس قسم کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں، ان میں کوئی پروگرام بھی شرعی حدودِ جواز میں نہیں آتا؛ کیوں کہ تمام پروگراموں میں کم از کم تصویر تو ہوتی ہی ہے اور اس کا ناجائز ہونا واضح ہے ؛اس لیے علما اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں ۔اس کے برعکس ''انٹرنیٹ'' ایسی چیز ہے ،جس کا استعمال آدمی کے اپنے اختیار میں ہے اور اس میں بھی (جیسا کہ عرض کر چکا ہوں) اگر چہ جائز وناجائز اور اچھی وبری، صحیح وغلط ہر قسم کی چیزیں ہوتی ہیں ،تاہم اس میں کیا شک ہے کہ اگر نیک وصالح آدمی اس کو جائز ومفید مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہے،تو اس میں اس کے لیے نہایت ہی مفید وکار آمد چیزیں دستیاب ہوتی ہیں ؛اس لیے اس کا دینی وجائز مقاصد کے لیے استعمال جائز ہے۔ ہاں! اگر کوئی اس کا استعمال غلط کاموں اور ناجائز باتوں اور فحش وبے حیائی کی چیزوں کے لیے کرے ،تو اس کو حرام وناجائز کہا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''انٹرنیٹ'' میں دونوں قسم کی چیزیں ہیں ؛ اچھی بھی اور بری بھی ، جائز بھی اور ناجائز بھی ؛ اس لیے اس کو علی الاطلاق ناجائز یا جائز نہیں کہا جائے گا ؛ بل کہ اس کے حکم میں تفصیل کی جائے گی کہ اگر جائز کاموں اور مفید باتوں اور دینی مقاصد کے لیے اس کا استعمال ہو،تو اس کو علی حسب المراتب جائز یا مستحسن قرار

دیا جائے گا اور اگر اس کا استعمال ناجائز و بری باتوں اور فحش و بے حیائی کے لیے کیا جائے، تو اس کو حرام و ناجائز کہا جائے گا۔

مگر ٹی-وی اس کے برعکس صرف ناجائز امور پر مشتمل ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس میں کم از کم جان داروں کی تصویریں تو ضرور ہوتی ہیں جو کہ ناجائز ہیں اور تصاویر کے بغیر ٹی-وی کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا؛ اس لیے اس کے حکم میں تفصیل کی کوئی وجہ نہیں بل کہ اس کو "علی الاطلاق حرام" کہا جائے گا۔

اور اگر یہ شبہ ہو (جیسا کہ ایک عالم نے میرے سامنے اس کو پیش کیا تھا) کہ انٹرنیٹ میں بھی کسی نہ کسی قسم کی تصاویر؛ بل کہ فحش قسم کی تصاویر سامنے آ ہی جاتی ہیں اور ان سے بچنا ناممکن ہوتا ہے، تو اس کو بھی ٹی-وی کی طرح ناجائز ہونا چاہیے یا ٹی-وی کو بھی جائز ہونا چاہیے؟

تو اس کا جواب بندے کے نزدیک یہ ہے کہ انٹرنیٹ میں اگرچہ قسم قسم کی تصاویر اور فحش قسم کی تصاویر از خود آ جاتی ہیں، مگر چوں کہ یہ مقصود نہیں ہیں اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والے کی نیت پر اس کا انحصار ہے؛ اس لیے اس کی مثال ایسی ہے، جیسے: راستہ چلتے ہوئے کہیں راستے میں عورت آ جائے، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ راستہ چلنا ہی حرام ہے؛ بل کہ یہ کہا جائے گا کہ عورت پر نظر نہ کی جائے اور اپنی نظر کی حفاظت کرتے ہوئے راستہ طے کیا جائے۔

ہاں! اگر کسی کا مقصد ہی راستہ چلنے سے یہ ہو کہ عورتوں کو دیکھا اور گھورا کروں، تو پھر یہ کہا جائے گا کہ اس کا یہ چلنا ہی حرام ہے؛ کیوں کہ اس کی نیت ہی خراب ہے۔ اسی طرح انٹرنیٹ استعمال کرنے والا اگر اسی نیت سے استعمال کرے کہ اس سے فحش و بے حیائی کے کام لوں گا، تو اس کے لیے انٹرنیٹ کو ناجائز کہا جائے گا اور اگر یہ مقصد نہیں ہے؛ بل کہ مقصد نیک یا جائز ہے اور بلا قصد و ارادہ کچھ تصاویر اس میں

آجائیں، تو کہا جائے گا کہ نظر کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہوئے، اس کا استعمال کرو۔ امید ہے کہ اس تقریر سے ان شاء اللہ العزیز آپ کا اشکال ختم ہوگیا ہوگا۔

کیو۔ٹی-وی (Q T.V) چینل کا حکم

سوال: آج کل "کیو ٹی-وی" (Q-TV) نام کا ایک چینل پاکستان سے مسلمانوں کی جانب سے شروع کیا گیا ہے، جو مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کررہا ہے، جس میں درجِ ذیل پروگرام نشر کیے جاتے ہیں:

۱- تلاوتِ کلام اللہ۔

۲- حمد و نعت و قوالی وراس میں خواتین اور لڑکیاں بھی حصہ لیتی ہیں اور دف بجاتی ہوئی دکھائی جاتی ہیں۔

۳- دینی عنوانات پر علما کی تقاریر و بیانات۔

۴- دینی سوالات کے جوابات۔

۵- مشکلاتِ زندگی کا حل اوراس کے لیے کوئی صاحب، استخارہ کر کے جواب دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس چینل کا دیکھنا شرعاً کیسا ہے، کیا اس میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی بات غلط ہے؟ براہِ کرم تفصیل کے ساتھ جواب دیں اور مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں؟

الجواب: افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان دینِ اسلام سے اس قدر دور ہو چکے ہیں کہ ان کو اسلام اور غیرِ اسلام میں فرق کرنا مشکل ہوگیا ہے اور وہ ہر اس چیز کو جو دین کے نام سے ان کے سامنے آجائے، دین سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں اور قطعاً اس بات کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ اسلام کے نام سے آنے والی اس چیز کے

بارے میں یہ تحقیق کریں کہ کیا یہ چیز واقعی اسلام ہے یا محض اسلام کے نام پر دھوکہ ہے؟ حال آں کہ شروع دور سے ایسا ہوتا رہا ہے کہ اسلام کے نام پر لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دیتے رہے ہیں اور بالخصوص اس دور میں مسلمانوں کو دینِ اسلام سے دور کرنے کے لیے یہ حربہ بہت زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے؛ اس لیے اولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو بھی چیز اسلام کے نام پر آ جائے، اس کو بلا تحقیق اسلام اور اسلامی چیز نہیں سمجھ لینا چاہیے؛ بل کہ تحقیق کرنا چاہیے کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ پس جو لوگ ''کیو.ٹی-وی'' کو بلا تحقیق ''اسلام'' کا نمائندہ سمجھ رہے ہیں، وہ بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں اور اس سے بھی بڑے فراڈ کا وہ لوگ شکار ہیں، جو اس کو ''اسلامی ٹی-وی'' کا نام دیتے ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہے، جیسے کوئی ''اسلامی ناچ'' اور ''اسلامی باجا'' کا نام دے کر کسی چیز کو رائج کرے۔ غور کیا جائے کہ کیا محض ''اسلام'' کا نام دے دینے سے کوئی ناجائز و حرام چیز جائز اور اسلامی چیز بن جائے گی؟ اور مباح اور حلال قرار دے دی جائے گی؟

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ ''کیو.ٹی-وی'' جس کا آپ نے ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں بہت سے لوگ سوال کرتے رہتے ہیں؛ اس لیے اس کا جواب قدرے تفصیل سے دیا جاتا ہے:

کیو.ٹی-وی اور دوسرے ٹی-وی چینل (T.V channels) میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہے، جو وجوہِ حرمت دوسرے ٹی-وی چینلوں میں موجود ہیں، وہ کیو.ٹی-وی میں بھی موجود ہیں مثلاً:

جان دار کی تصاویر

۱- جان دار کی تصاویر، جن کا حرام ہونا معلوم و مسلم ہے، وہ کیو.ٹی-وی

میں بھی موجود ہیں۔

تصویر کی حرمت پر چند احادیث لکھتا ہوں تاکہ عبرت ہو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

« خل عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم و في البيت قرام فيه صور ، فتلوّن وجههُ ثم تناول الستر فهتكه ، ثم قال: " إن من أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يشبهون بخلق الله ". » (۱)

ترجمہ: ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، جب کہ گھر میں ایک باریک پردہ تھا، جس میں تصاویر تھیں؛ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے اس پردے کو لیا اور پھاڑ ڈالا، پھر فرمایا کہ "قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے وہ لوگ ہوں گے، جو اللہ کی صفتِ تخلیق میں اس کی نقل اتارتے ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

« سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون . » (۲)

ترجمہ: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

---

(۱) البخاري: ۵۶۴۴ و اللفظ له، المسلم: ۳۹۳۷

(۲) البخاري: ۵۴۹۴، المسلم: ۳۹۴۳، النسائي: ۵۲۶۹، أحمد: ۳۴۷۷

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ایک تصویر ساز کو تصویر سازی کرتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ

«سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ومن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقي، فليخلقوا حبة فليخلقوا ذرة.» (۱)

ترجمہ: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا، جو میری (یعنی اللہ کی) طرح تخلیق کرنے لگا (وہ کسی جاندار کو تو کیا پیدا کرے گا) ذرا ایک دانہ یا ایک ذرہ ہی بنا کر دکھادے؟!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

« إن النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقض.» (۲)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز توڑے بغیر نہیں چھوڑتے تھے، جس میں تصاویر ہوں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ سے ایک سوال کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

سمعتُ محمدا صلى الله عليه وسلم يقول: من صوّر صورةً في الدنيا كلف يوم القيامة أن ينفخ فيها و ليس بنافخ.

---

(۱) البخاري: ۵۹۵۳، المسلم: ۳۹۴۷، أحمد: ۷۸۶۹، ابن أبي شيبة: ۵/۲۰۰

(۲) البخاري: ۵۹۵۲، أبو داؤد: ۴۱۵۱، أحمد: ۲۴۹۴۶

ترجمہ: میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی (جان دار کی) تصویر بناتا ہے، تو قیامت کے دن اس کو کہا جائے گا کہ اس میں روح ڈال؛ مگر وہ روح ڈال نہ سکے گا۔(۱)

ان احادیث سے جاندار چیزوں کی تصاویر کی حرمت واضح ہے اور ''کیو ٹی وی'' میں جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں، تو اس کے جائز ہونے کا کیا سوال؟

فحش و بے حیائی

۲- اس کیو.ٹی-وی میں لڑکیوں اور عورتوں کی تصاویر بھی دکھائی جاتی ہیں، یہ مطلق تصاویر سے زیادہ فساد انگیز ہیں اور شہوانیت کو فروغ دینے والی ہیں اور یہ سب بے حیائی و فحش میں داخل ہے، جس کی حرمت میں کسی مسلمان کو شبہے کی گنجائش نہیں۔

گانا بجانا اور قوالی

۳- قوالی کے نام سے جو گانا بجانا ہوتا ہے، وہ بھی حرام و ناجائز ہے؛ کیوں کہ گانے بجانے پر حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، یہاں صرف ایک حدیث نقل کرتا ہوں:

« عَنْ أبي هريرة رضي الله عنه -مَرْفُوْعًا- يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَيَشْهَدُوْنَ أَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: نَعَمْ! وَيُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيَحُجُّوْنَ، قَالُوْا: فَمَابَالُهُمْ يَا

---

(۱) البخاري:۵۵۰۶، المسلم:۳۹۴۶، النسائي:۵۲۶۳، أحمد:۲۰۵۴

رَسُوْلَ اللّٰہِ؟! قَالَ اِتَّخَذُوْا الْمَعَازِفَ وَالْقِیْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ وَیَشْرَبُوْنَ ھٰذِہِ الْاَشْرِبَۃَ ، فَبَاتُوْا عَلٰی لَھْوِھِمْ فَأَصْبَحُوْا قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ . »

تخریج : اس حدیث کو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ابو نعیمؒ نے حلیۃ الأولیاء (۱۱۹/۳) میں اور ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب الملاھي میں (کمافي نیل الأوطار :۸۶/۲ وعون المعبود :۵۹/۱۱)اور سعید بن منصورؒ نے سنن میں (کما في المحلیٰ لابن حزم الظاھري:۵۶۴/۷)روایت کیا ہے۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! کیا وہ توحید ورسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! وہ (برائے نام) نماز، روزہ اور حج بھی کریں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا ؟ فرمایا: وہ آلاتِ موسیقی، رقاصہ عورتوں اور طبلہ اور سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے؛ (بالآخر) وہ رات بھر مصروفِ لہوو لعب رہیں گے اور صبح ہوگی، تو بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔(معاذ اللّٰہ)

اس حدیث کی شرح میں بندے نے اپنی کتاب ’’حدیثِ نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے‘‘ میں جو لکھا ہے، اس کو یہاں نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

اس حدیث میں ان مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو بہ ظاہر نمازی بھی ہوں گے، روزے کے پابند بھی ہوں گے اور حج پر حج بھی کریں گے، مگر اسی کے ساتھ گانے

بجانے، ناچنے نچانے اور ڈھول باجے اور میوزک وموسیقی کے دل دادہ اور شراب کے عادی اور رسیا ہوں گے، ان کو اللہ تعالیٰ خنزیر اور بندر کی شکل میں مسخ کر دیں گے، یہ لوگ رات بھر مصروفِ لہو ولعب رہ کر سوئیں گے اور جو صبح اٹھیں گے، تو مسخ شدہ اٹھیں گے۔

اسلام میں گانا بجانا، رقص وناچ؛ حرام ہے اور شراب کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے۔ جب لوگ اس کے عادی ہو جائیں گے اور بہ ظاہر نماز روزے کے پابند اور حج پر حج کر کے نیک نامی حاصل ہونے کے باوجود، وہ ان برائیوں میں مبتلا ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر کی شکل میں تبدیل کر دیں گے۔

افسوس! آج بہت سے دین دار کہلانے والے اور نمازوں اور روزوں کے پابند اور حج پر حج کرنے والے اور عمرے پر عمرے کرنے والے لوگ بھی اپنے گھروں میں ٹی-وی رکھ کر، اس کا استعمال گانے بجانے اور فلموں اور ناچ ورقص دیکھنے کے لیے کرتے ہیں اور تقریبوں میں بلا روک ٹوک یہ ساری برائیاں عام ہو چکی ہیں۔ اس طرح بہت سے نوجوانوں اور بوڑھوں میں شراب اور نشے کی علت پڑی ہوئی ہے اور بالخصوص کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے ہزاروں سے متجاوز نوجوان اس کے عادی ہو چکے ہیں؛ جب کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ان امور پر اتنی سخت وعید سنائی ہے۔(۱)

اور یاد رہے کہ قوالی میں اور عام گانے بجانے میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں؛ بل کہ غور کیا جائے، تو عام گانوں سے زیادہ قباحت وشناعت قوالی میں ہے؛ کیوں کہ عام گانوں کو لوگ دین نہیں سمجھتے اور قوالی کو جو کہ غیر اسلامی بل کہ خلافِ اسلام چیز ہے، اس کو لوگ دین سمجھتے ہیں اور غیرِ دین اور خلافِ دین کو دین سمجھنا

---

(۱) حدیثِ نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے: ص: ۱۵۹-۱۶۰

بدترین جرم ہے اور یہی وہ چیز ہے، جس کی وجہ سے یہود ونصاریٰ گمراہ ہوئے۔

جب وجوہِ حرمت اس میں بھی موجود ہیں، تو اس کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا، اس لیے یہ کیو.ٹی-وی چینل بھی ''ناجائز ہے''۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ اس میں بعض باتیں ایسی ہیں، جن کی وجہ سے یہ کیو ٹی-وی چینل اسلام کے لیے اور مسلمانوں کے لیے ایک خطرہ اور فتنہ ہے۔

دین کی بے حرمتی

۱- اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ٹی-وی تحصیلِ علم وادب کا آلہ نہیں؛ بل کہ عام حالات اور اس کے عمومی استعمال کے لحاظ سے موجودہ دور کا سب سے بڑا آلۂ لہو ولعب ہے؛ کیوں کہ ٹی-وی عموماً تفریح ودل بہلائی اور فحش ومنکر، گانے بجانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے؛ اس کے ذریعے دینِ اسلام کی اشاعت یا تعلیم، ایک قسم کا دین سے مذاق بن جاتا ہے اور لوگوں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی؛ بل کہ وہ اس کو بھی ایک تفریح ومستی ہی خیال کرنے لگتے ہیں اور دین کا جو اہتمام ہونا چاہیے؛ وہ بالکل نہیں رہتا۔

یہاں یہ بات ہرگز فراموش نہ کرنا چاہیے کہ دینِ اسلام میں اور دیگر دنیوی مذاہب میں بہت بڑا فرق ہے، دینِ اسلام بڑا حساس ونازک دین ہے اور دیگر مذاہب بے حس وکثیف ہیں، ان ادیان میں جس طرح چاہے کیا جاسکتا ہے، مگر اسلام میں ہر کام اصول وطریقے کے مطابق ہونا چاہیے۔

اور دینِ اسلام میں ادب واحترام بہت اہم ہے؛ اس لیے دین کو بڑے اہتمام سے حاصل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور آج لوگ غیروں کی دیکھا دیکھی اسلام کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہتے ہیں، جیسے دوسرے مذاہب والے اپنا دین حاصل کرتے

ہیں اور علما کو مشورہ بھی دیتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کرو، مگر یہ سب دراصل دین سے اور دین کے مزاج سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس قسم کے آلات کے ذریعے دین کی اشاعت و خدمت اور تبلیغ و دعوت دراصل گندگی کے ذریعے دین کی خدمت و دعوت کے مترادف ہے۔

تحریفِ دین

۲- اس میں جو کچھ دکھایا اور دیکھا جاتا ہے، عام لوگ اس کو اسلام اور اسلامی چیز سمجھتے ہیں؛ جب کہ اس میں متعدد امور سراسر خلافِ شرع ہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اور یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ غیرِ اسلام کو اسلام سمجھنا یا سمجھانا، دین میں تحریف ہے، جس کی کوئی ادنیٰ مسلمان بھی اجازت نہیں دے سکتا، چہ جائے کہ معتبر و مستند علما اس کو جائز قرار دے دیں!۔

مجہول یا غیر متشرع لوگوں کا بیان و تفسیر

۳- اس میں بیان و خطاب اور تفسیر کرنے والوں میں سے جو معروف ہیں، ان کا علمی معیار بھی مخدوش ہے اور نظریہ بھی مخدوش ہے؛ نیز اس میں بہت بدعت نواز اور جدت پسند اور آج کل کی زبان میں لبرل مسلمانوں (LIBERAL MUSLIMS) کو اسلام کا نمائندہ بنادیا گیا ہے اور جو غیر معروف لوگ اس میں آتے ہیں، ان کا نہ علمی معیار معلوم اور نہ ان کے نظریات کا پتہ کہ وہ کون اور کیسے لوگ ہیں؛ حال آں کہ اسلام میں دین کے سلسلے میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ جن سے دین حاصل کیا جائے، وہ علم و عمل اور نظر و فکر کے لحاظ سے صحیح اور قابلِ اعتبار ہوں؛ اسی لیے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں حضرت ابن المبارک

رحمۃ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ

الإسناد من الدين ، ولو لا الإسناد لقال من شآء ما شآء .

ترجمہ: سند دین میں سے ہے اور اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا، تو ہر کوئی دین میں جو چاہتا کہہ دیتا۔(۱)

نیز ان ہی کا قول ہے کہ وہ علی الاعلان فرمایا کرتے تھے کہ عمرو بن ثابت کی حدیث کو چھوڑ دو؛ کیوں کہ وہ اسلاف کو بُرا بھلا کہتا تھا۔(۲)

اور امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ

''پہلے پہلے علما حدیث کی سند نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ واقع ہوا، تو پھر وہ پوچھنے لگے کہ تمہارے راوی کون ہیں؟ تا کہ راوی اگر اہلِ سنت میں سے ہے، تو اس کی حدیث لی جائے اور اگر اہلِ بدعت میں سے ہو، تو اس کی حدیث نہ لی جائے''۔(۳)

اور حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ سے عرض کیا کہ فلاں نے مجھ سے ایسی ایسی حدیث بیان کی۔ تو حضرت طاؤس رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ ثقہ اور قابلِ اعتبار ہے، تو اس سے حدیث حاصل کرو۔(۴)

نیز محدث خطیب بغدادی رحمۃ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً دونوں طرح سے روایت کیا ہے کہ

---

(۱) مقدمة الصحيح للمسلم: ۱۲/۱

(۲) الصحيح للمسلم : ۱۲/۱

(۳) الصحيح للمسلم: ۱۱/۱، سنن الدارمي: ۷۶/۱

(۴) الصحيح للمسلم: ۱۲/۱، سنن الدارمي: ۷۶/۱

إن هٰذا العلم دين ، فانظروا عمن تأخذونهٗ .

ترجمہ: یہ علم تو دین ہے؛ لہٰذا یہ دیکھ لو کہ تم کس سے دین حاصل کر رہے ہو۔

اور دارمی اور خطیب رحمہما اللہ نے یہی بات حضرت امام محمد رحمۃ اللہ سے بھی نقل کی ہے۔(۱)

اور حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جب کسی شخص کے پاس علم حاصل کرنے جاتے، تو اس کی نماز اور اس کا طریقہ اور اس کی حالت دیکھتے؛ پھر اس سے علم حاصل کرتے۔(۲)

اسی طرح حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ جو مشہور محدث ہیں، انہوں نے فرمایا کہ

ہم کسی کے پاس علم لینے کو جاتے، تو ہم اس کی نماز کو دیکھتے، اگر وہ نماز کو بہ احسنِ طریق انجام دیتا، تو ہم اس کے پاس بیٹھتے، ورنہ واپس چلے آتے۔(۳)

اس سے اسلافِ کرام جن پر احادیث کا دار و مدار ہے، ان کا حکم اور طرزِ عمل معلوم ہوا کہ دین کا علم، جن لوگوں سے حاصل کیا جاتا ہے، ان کا دین دار، ثقہ و قابلِ اعتبار اور اہلِ سنت میں سے ہونا لازمی ہے اور کج روی اور کج فکری اور بدعات و محدثات سے دور رہنا بھی ضروری ہے اور جب تک اس کی تحقیق نہ ہو، کسی کو دین کا رہبر مان لینا اور اس سے علمِ دین حاصل کرنا دین و ایمان کے لیے خطرہ ہے۔

اب ذرا سوچیے کہ کیا ٹی-وی یا کیو-ٹی-وی سے قرآن و حدیث اور دیگر علومِ دینیہ کا حاصل کرنا، اس اصول پر پورا اُترتا ہے؟ کیا اس کے پردے پر آنے والی

---

(۱) الجامع لأخلاق الراوي للخطيب:۱/۱۲۸،سنن الدارمي:۱/۶۷

(۲) سنن الدارمي:۱/۶۷، الجامع لأخلاق الراوي للخطيب:۱/۱۲۸

(۳) سنن الدارمي:۱/۶۷

شخصیات کا علم وعمل، نظر وفکر، تقویٰ و پرہیزگاری وغیرہ امور میں قابلِ اعتبار ولائق اعتماد ہونا مسلم ومعروف ہے؟ ظاہر ہے کہ اس اصول پر یہ چیز منطبق نہیں ہوتی۔ منطبق تو کیا ہوتی؛ بل کہ ہمیں یہ ''کیو.ٹی-وی'' دیکھنے والے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس میں داڑھی کٹے ہوئے اور وضع قطع کے لحاظ سے غیر متشرع لوگ بھی پیش کیے جاتے ہیں اور وہ وعظ وتقریر کرتے ہیں۔

دینی اصطلاحات میں ردوبدل

۴- اس سلسلے کی ایک بہت ہی خطرناک چیز یہ ہے کہ کیو.ٹی-وی میں استخارے کے نام پر فال کھولا جاتا ہے، جس کو عربی میں ''کہانت'' کہا جاتا ہے اور وہ اسلام میں ناجائز ہے۔ یاد رکھیے کہ یہاں بات صرف یہ نہیں ہے کہ فال کھولا جارہا ہے؛ بل کہ یہاں ایک خالص غیر اسلامی چیز یعنی ''فال'' (کہانت) کو ایک خالص اسلامی اصطلاح یعنی ''استخارے'' کا نام دے کر دین میں تحریف کی جارہی ہے اور لوگ فال کو ''استخارہ'' سمجھ کر اس کو اختیار کر رہے ہیں۔

''استخارے'' کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی معاملہ اور مسئلہ ایسا پیش آجائے، جو انسان کو متذبذب اور پریشان کردے، تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے روحانی طور پر رہنمائی چاہی جاتی ہے، شریعت نے اس کے لیے ایک دعا بھی بتائی ہے اور اس کی نماز بھی بتائی ہے۔

> حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام (جائز ومباح) امور میں اس طرح استخارے کی تعلیم دیتے تھے، جیسے قرآن کریم کی سورت سکھایا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ جب بھی تم لوگوں میں سے کسی کو کسی کام کا ارادہ

ہو،تو اولاً دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے اور دعا میں اپنی حاجت کو ذکر کرے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيْمِ ؛ فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِيْنِي وَ مَعَاشِي وَ عَاقِبَةِ أَمْرِي [اَوْقال: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَ آجِلِهِ] فَاقْدِرْهُ لِي؛ وَ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِيْنِي وَ مَعَاشِي وَ عَاقِبَةِ أَمْرِي [أو قال: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَ آجِلِهِ] فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ .» (۱)

پھر علما نے فرمایا کہ دعا کے بعد جو بات دل میں آئے ،اس کو من جانب اللہ سمجھ کر عمل کرے،ان شاءاللہ اسی میں خیر ہوگا۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ''استخارہ'' خالص اسلامی چیز ہے اور اسلام میں اس کا ایک طریقہ بھی بتایا گیا ہے اور اس کی حقیقت کسی جائز معاملے میں اللہ تعالی سے خیر کا پہلو چاہنا اور اس کے لیے اللہ تعالی سے رہنمائی چاہنا ہے۔

اس کے بالکل برعکس فال (کہانت) یہ ہے کہ غیب کی خبریں بیان کی جائیں، جن کی صحت اور صداقت کی کوئی ضمانت نہیں؛ بل کہ عموماً اس میں جھوٹ اور دھوکہ ہوتا ہے اور ایک سچ کے ساتھ کئی جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے،جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ

---

(۱) البخاري:۵۹۰۳، الترمذي:۴۴۲، أبو داود :۱۳۱۵، ابن ماجه:۱۳۷۳، النسائي: ۳۲۰۱ ، أحمد:۱۴۱۸۰

(۲) فتح الباري :۱۱/۱۸۷،و الأذكار للنووي

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اور "کہانت" اسلام میں حرام ہے اور اس پر سخت سے سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں؛ ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

«من أتىٰ عرّافاً ، فسألهُ عن شيءٍ ، لم يقبل لهُ صلاة أربعين ليلة .» (۱)

ترجمہ: یعنی جو شخص عراف یعنی غیب کی باتیں بتانے کا دعوی کرنے والے کے پاس آئے اور اس سے کوئی بات پوچھے، تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔

اور مسندِ احمد کی روایت میں " فسألهُ " کی جگہ " فصدقهُ " آیا ہے۔ (۲)

اس حدیث میں عراف کے پاس جانے اور اس سے سوال کرنے اور پوچھنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے اور عراف کیا ہے؟ علما نے فرمایا کہ عراف " کاہن اور نجومی" کو کہتے ہیں اور علامہ خطابی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ عراف وہ ہے، جو مسروقہ مال اور گم ہو جانے والی چیزوں کی جگہ اور اس جیسی باتوں کے بتانے کا دعوی کرتا ہو۔ (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کہانت اور غیب کی خبروں کا بتانا ناجائز ہے، اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب غور کیجیے کہ کہاں وہ "استخارہ"، جس کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور کہاں یہ "کہانت"، جس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے؟!!

"کیو.ٹی-وی" میں "استخارے" کا نام دے کر ایک حرام اور ناجائز چیز کو پیش

---

(۱) المسلم: ۴۱۳۷

(۲) مسند أحمد: ۱۶۰۴۱

(۳) التعليق الصبيح: ۵/۴۷

کیا جا رہا ہے اور اس طرح اسلام میں تحریف کی جا رہی ہے، جس کی کسی مسلمان سے کبھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اب سوچیے کہ کیا اس کی اجازت دی جانی چاہیے یا اس کا مسلمانوں کو بائکاٹ (Bycot) کرنا چاہیے؟

بدعات وخرافات کی ترویج

۵- ان ساری باتوں کے علاوہ ایک بہت ہی اہم اور خاص بات جو کیو.ٹی-وی کے بارے میں جان لینے کی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص ذہنیت کے حامل لوگوں کی جانب سے جاری کیا گیا ہے، جو بدعات وشرکیات اور بزرگانِ دین کے نام پر دین سے مذاق وتلعب کے عادی؛ بل کہ اس کے پرزور داعی ہیں اور تمام اہلِ حق کے مخالف اور اہل اللہ کی تعلیمات سے بے نیاز، اس ذہنیت کے حامل لوگون کی جانب سے اسلام کی جس طرح اور جیسی کچھ نمائندگی ہوسکتی ہے، اس کا اندازہ لگانا کسی بھی اہلِ حق کے لیے مشکل نہیں، بہ شرطیکہ وہ واقعی اہلِ حق ہو۔

اسی لیے سنا جاتا ہے کہ اس کیو.ٹی-وی میں عام طور پر قوالی اور بزرگانِ دین کی مزارات کی زیارت وعرس وفاتحہ اور گیارھویں وبارھویں کے مناظر پیش کیے جاتے ہیں اور اس قسم کی بدعات کی ترغیب دی جاتی ہے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

تجاویز

منظور کردہ آٹھواں فقہی اجتماع، بنگلور

"إدارة المباحث الفقهية" جمعیۃ علمائے ہند کے آٹھویں فقہی اجتماع منعقدہ: ۱۷/۱۸/۱۹/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۷/۲۸/۲۹/ اپریل ۲۰۰۵ء بہ مقام مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ ہال، عیدگاہ جدید، ٹیانری روڈ، بنگلور، میں "ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال" کے موضوع پر غور وخوض کے بعد درجِ ذیل امور طے کیے گئے:

۱- آج ٹیلی ویژن پر زیادہ تر فحاشی، عریانیت اور مخرب اخلاق پروگراموں کا غلبہ ہے، ۲۴ گھنٹے اس کے مختلف چینلوں پر رقص وسرود اور حد درجہ شرم ناک مناظر دکھائے جاتے ہیں؛ پھر ڈِش اینٹینا (Dishantina) اور پرائیویٹ کیبل (Privite Cable) چینلوں نے تو تمام اخلاقی اور انسانی حدوں کو پار کر دیا ہے اور آج ٹی-وی زدہ معاشرہ، جن شرم ناک حرکتوں میں ملوث ہے، وہ ناقابلِ بیان ہیں اور جس گھر میں ٹیلی ویژن ہو، وہاں کے لوگوں کا اس کے مخرب اخلاق پروگراموں سے بچنا تقریباً محال ہے؛ لہٰذا ٹیلی ویژن گھر میں رکھنا اور اس کے پروگراموں کو دیکھنا، ناجائز ہے، جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۲- اسلام میں بلاضرورتِ شرعی تصویر کھنچوانا ناجائز ہے؛ لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ پر اعدائے اسلام یا شر پسند فرقہ پرست طاقتوں کی طرف سے کوئی ایسی چیز سامنے آئے، جس سے اسلامی عقائد اور احکام و اقدار پر زَد پڑتی ہو اور اس کا مناسب جواب نہ دینے سے اسلام کی شبیہ بگڑنے یا مسلمانوں کے ناقابلِ تلافی نقصان کا اندیشہ ہو، تو اس کے دفاع کے لیے ٹیلی ویژن کے کسی پروگرام پر آنے کی ضرورۃً گنجائش ہے۔

۳- اسلامی ٹی-وی چینل (Islamic T.V Channel) قائم کرنے کو اگر چہ موجودہ دور کی ضرورت کہا جاتا ہے؛ لیکن مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد یہ فقہی اجتماع اس نتیجے پر پہنچا کہ اولاً علیٰ حدہ اسلامی چینل قائم کرنا عملاً مشکل ترین امر ہے اور اگر ایسا چینل وجود میں آ بھی جائے، تو اس کے ذریعے سے فوائد کے مقابلے میں نقصانات کہیں زیادہ ہیں؛ کیوں کہ اس طرح کے چینلوں کو بہانہ بنا کر لوگ ٹیلی ویژن کے فحش پروگرموں تک بہ آسانی رسائی حاصل کرلیں گے اور دیگر باطل فرقوں کے چینلوں سے اس کا امتیاز بھی دشوار ہوگا؛ نیز عام لوگوں کی دل چسپی کی چیزیں شامل کیے بغیر خالص اسلامی چینل کے ناظرین کی تعداد غیر معمولی حد تک کم ہوگی اور متوقع فوائد حاصل نہ ہوسکیں گے۔ ان وجوہ سے "اسلامی چینل (Islamic T.V Channel) قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

۴- انٹرنیٹ اس دَور میں ایسا معلوماتی ذریعہ ہے، جس میں ہر طرح کے اچھے اور برے پروگرام پائے جاتے ہیں، گو کہ آج زیادہ تر اس ذریعے کو ناجائز اور حرام چیزوں میں استعمال کیا جارہا ہے؛ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کو اگر شرعی حدود میں رہ کر استعمال کیا جائے، تو منکرات و فواحش سے بچتے ہوئے اس سے عظیم تعلیمی، تجارتی اور انتظامی وغیرہ فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ اس لیے یہ فقہی اجتماع

انٹرنیٹ کے جائز حدود میں استعمال کو"جائز قرار دیتا ہے" اور اس کے ناجائز استعمال کو"ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے"۔

نوٹ: تمام شرکا نے اس تجویز سے مکمل اتفاق کیا؛ البتہ"مفتی اشفاق صاحب"(سرائے میر) نے شق ۲ سے جزوی اختلاف کرتے ہوئے، یہ نوٹ تحریر کیا کہ

"ٹیلی ویژن پر آنے کی اجازت" سے مجھے اتفاق نہیں ہے، تجویز ۳ سے تضاد محسوس ہوتا ہے اور ٹیلی ویژن کے"جواز" کا دروازہ کھلتا ہے۔